إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء — عسى أن يبعثك ربك مقاماً محموداً

روزنامہ الفضل — خطبہ نمبر

ایڈیٹر: غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN

قیمت ایک آنہ

تار کا پتہ: الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵

قیمت ششماہی اندرون ہند — قیمت ششماہی بیرون ہند

فہرست مضامین: خطبہ جمعہ (۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء) — مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کا فیصلہ اور جماعت احمدیہ — حکومت مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کو ممنوع الاشاعت قرار دے — لکھنے کی اجازت دے — موعود کی بستی کے ... — اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لئے تیار رہیں — اشتہارات

جلد ۲۳ | مورخہ ۲ر صفر ۱۳۵۵ھ | یوم جمعہ | مطابق ۲۴ر اپریل ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۴۶

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲- اپریل۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے ؛

سیدہ ام طاہر احمد حرم ثانی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو دو روز سے بخار ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں ؛

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے محترمہ سارہ بیگم صاحبہ بیوہ شیخ مظہر حسین صاحب مرحوم و مغفور کوٹھی کے چھوٹے سے مکان کی محلہ دارالبرکات میں نو بجے کے قریب بنیاد رکھی۔ اور دعا فرمائی۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے ؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالےٰ کو راضی کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ تقوےٰ اختیار کرو

"اے میرے دوستو۔ جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے۔ جن سے وُہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو۔ اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اُسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی۔ کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح ستائے جاؤ گے۔ اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی۔ اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دیگا۔ وُہ خیال کرے گا۔ کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے۔ تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سُن رکھو۔ کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو۔ یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں۔ تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی۔ جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو۔ کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو۔ ایک خلقت کی۔ اور دوسری خدا کی بھی ؛

یقیناً یاد رکھو۔ کہ لوگوں کی لعنت اگر خدائے تعالےٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو۔ کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے۔ تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدائے تعالےٰ کو راضی کریں۔ اور کیونکر وُہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا۔ کہ تقوےٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو۔ کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقوےٰ یہی ہے۔ کہ اُن تمام نقصانوں سے بچکر خدا تعالےٰ کی طرف قدم اٹھاؤ۔ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۹۲۶)

مبلغین سلسلہ اور جماعت کے مقامی کارکنوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت

مبلغین اور امراء یا پریذیڈنٹ و دیگر مقامی کارکنان کے باہمی تعلقات کے متعلق صدر انجمن احمدیہ قادیان نے حسب ریزولیشن ۵۳/۲۹-۱-۳۶ مندرجہ ذیل فیصلہ کیا ہے۔ جو جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہے۔

"جب کسی مبلغ کو مرکز کی طرف سے کسی جگہ مقرر کیا جاتا۔ یا بھیجا جاتا ہے۔ تو وہ مرکز کا براہ راست نمائندہ ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اس کے فرائض میں یہ امر بھی داخل ہوتا ہے۔ کہ وہ مقامی کارکنوں اور مقامی جماعت سے مرکز کی ہدایات کے ماتحت کام کرائے۔ اس لئے بہر صورت مرکز ہی کی ہدایات کے ماتحت ہوگا۔ لیکن مبلغ کو چاہیئے۔ کہ حتی الوسع مقامی امیر یا مقامی پریذیڈنٹ کے مشورہ سے کام کرے۔ اور مقامی نظام کی مضبوطی کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اگر کوئی مبلغ کسی مقامی فرد جماعت یا مقامی عہدہ دار سے طریق کار میں کوئی امر قابل اصلاح دیکھے۔ تو براہ راست کہنے کی بجائے مقامی پریذیڈنٹ یا مقامی امیر کے واسطہ سے اصلاح کرائے۔ مقامی انجمن یا اس کی مجلس عاملہ کے اجلاسات میں مبلغ کا حاضر ہونا ضروری ہوگا۔ تاکہ وہ مرکز کی پالیسی کی روشنی میں مقامی کارکنوں کو مشورہ دے سکے۔ مگر اسے ووٹ شماری کے وقت میں ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا۔ اگر مقامی امیر یا پریذیڈنٹ اور مبلغ کے درمیان کسی معاملہ میں کوئی اختلاف ہو جائے۔ تو اس کا فیصلہ مرکز سے حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ کسی مقامی جماعت میں کوئی پارٹی بندی ہو۔ تو مبلغ کو اس سے کلیۃً الگ اور غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔ البتہ اس کا فرض ہوگا۔ کہ ایسے حالات میں مقامی پریذیڈنٹ یا امیر کو اصلاحی تدابیر کی طرف توجہ دلائے۔ خاص طور پر بڑی اور اہم جماعتوں کی صورت میں ناظر دعوت و تبلیغ کو یہ اختیار ہوگا۔ کہ کسی مبلغ کو مقامی امیر یا پریذیڈنٹ کی امانت کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیں"۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

پانچواں روزہ ۲۷ اپریل بروز سوموار رکھا جائے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ جیسا کہ گذشتہ سال جماعت کے احباب نے سات روزے رکھے تھے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی مشکلات کے ازالہ کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کی تھیں۔ اسی طرح امسال بھی سات ہفتوں تک ہر سوموار کو روزہ رکھا جائے۔ اس اعلان کے مطابق اب تک چار روزے رکھے جا چکے ہیں اب پانچواں روزہ ۲۷ اپریل بروز سوموار رکھا جائے گا۔ اس دن ہر احمدی مرد و عورت کو چاہیئے کہ روزہ رکھے۔ اور اللہ تعالےٰ سے نہایت تضرع اور عاجزی سے دعائیں کرے۔ کہ وہ ہمیں سچا تقوےٰ اور طہارت نصیب کرے۔ اپنی نصرت کے سامان عطا کرے۔ اور ان لوگوں کو جو مخالفت کر رہے ہیں۔ یا تو ہدایت دے۔ یا ان کے ہاتھ بند کر کے اسلام اور احمدیت کو ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔ معذور انسان جمعرات کو روزہ رکھ سکتا ہے۔

ضمیمہ درس القرآن کے متعلق ضروری اعلان

ہر احمدی کو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیئے

الفضل میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد فرمودہ معارف قرآنیہ کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق یہ عرض کر دینا ضروری ہے۔ کہ اب تک جس قدر درس کی اشاعتیں ہو چکی ہیں۔ وہ تمام خریداران الفضل کو قطع نظر اس سے کہ وہ ضمیمہ درس القرآن کے خریدار ہیں یا نہیں بھجوا دی گئی ہیں۔ اور اب صرف ایک مرتبہ اور تمام خریداران الفضل کو وہ ضمیمہ بھجوایا جائے گا۔ لیکن اس کے بعد انہی اصحاب کو ضمیمہ درس القرآن بھیجا جائے گا۔ جو اس کی خریداری کی اطلاع دیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ امر یاد رکھا جائے۔ کہ ضمیمہ درس القرآن سوائے روزنامہ الفضل کے خریداروں کے دوسرے اصحاب کو ہم ادنےٰ ششماہی قیمت پر بھیجنا محال ہے۔ صرف وہی لوگ اس نعمت عظیمہ سے متمتع ہو سکیں گے۔ جو روزانہ اخبار الفضل کے خریدار ہوں گے۔ ان کو ضمیمہ کی چھ ماہ کی قیمت کے طور پر صرف سوا ڈیڑھ نہ دینے پڑیں گے۔

پس اگر احباب نہایت ہی قلیل خرچ برداشت کر کے دیگر مضامین سے مستفیض ہونے کے علاوہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے فرمودہ معارف سے نہ صرف خود لطف اندوز ہونا چاہتے ہوں۔ بلکہ یہ گراں بہا تحفہ اپنی اولاد کے لئے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو فوراً روزانہ اخبار کی خریداری کی درخواست بھیج دیں۔ خواہ فی الحال چھ ماہ یا تین ماہ کے لئے ہی ہو۔ اور جو پہلے سے خریدار ہیں مگر ابھی انہوں نے درس القرآن خریدنے کی اطلاع نہیں دی انہیں تو ایک لمحہ کا توقف بھی نہ کرنا چاہیئے۔ (مینیجر)

الفضل کے خطبہ نمبر کے خریداران کو اطلاع

"الفضل" کے خطبہ نمبر کے بعض خریداران نے تا حال قیمت ادا نہیں کی۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ مبلغ چار روپیہ سالانہ جلد ارسال کر دیں۔ جن دوستوں کی طرف سے ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء تک قیمت وصول نہ ہوئی۔ ان کے نام یکم مئی کے بعد کا خطبہ نمبر وی۔ پی کیا جائے گا۔ جسے مہربانی کر کے وصول فرمالیں۔ عدم وصولی کی صورت میں قواعد کے مطابق پرچہ بند ہو جائے گا۔ (مینیجر الفضل)

احباب جماعت کا شکریہ

بمبئی میں احرار نے میرے بچے کی وفات پر جو سلوک کیا۔ اس پر جن جن جماعتوں اور افراد نے عاجز سے اظہار ہمدردی کیا ہے۔ میں ان تمام جماعتوں اور احمدی احباب کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ عاجز اور بمبئی کی جماعت کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔ خاکسار عبد الرحمن راجپوت متوطن بادر مقیم بمبئی

درخواست ہائے دعا

۱۔ عزیز مولوی نذیر احمد صاحب مبلغ گولڈ کوسٹ مارسیلز میں بہت بیمار ہو گئے۔ اور جہاز میں بھی داخل ہسپتال رہے۔ بخوف تک میں خوف آثار۔ احباب درد دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو صحت عطا فرما کر خدمت دین کی توفیق دے۔ خاکسار فقیر علی احمدی اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر ڈسٹرکٹ گلشن

(۲) میرا لڑکا احمد جان کراچی میں تحصیلداری کا امتحان دے رہا ہے۔ احباب اس کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔ خاکسار محمد جان قیا (۳) میاں پنڈی بھٹیاں کی میعاد ۸ مئی اپریل کی شام کو ختم ہوتی ہے مقام

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ اس آخری ہفتہ میں نہایت عاجزانہ اور درد دل سے کامیابی کی دعا فرمائیں۔ خاکسار غلام محمد عتیق۔ قادیان

(۴) میرے عزیز بچے حمید کی صحت کے لئے دعا کریں۔ نیز خاکسار بھی چند ایک مشکلات میں مبتلا ہے۔ ان سے رہائی کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار محمد علی خان اشرف بیرم پور

(۵) میری والدہ صاحبہ عرصہ دراز سے بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔ خاکسار فضل الٰہی قادیان (۶) خاکسار کی مشکلات و کمزوریوں کے ازالہ کے لئے دعا کریں۔ خاکسار غلام قادر گھنیاں۔ حال قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲ صفر ۱۳۵۵ھ

خطبۂ جمعہ

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کا فیصلہ اور جماعت احمدیہ

حکومت مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کو ممنوع الاشاعت قرار دے اور اس کا جواب لکھنے کی اجازت دے

ہم حضرت مسیح موعودؑ کی ہتک کے ازالہ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کیلئے تیار ہیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۱۷ - اپریل ۱۹۳۶ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا
میں پہلے تو جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ کہ شائد

پھر کوئی ابتلاء آنیوالا ہے

کیونکہ میں نے آج رویا دیکھا ہے۔ کہ میں ایک گھر میں ہوں۔ جو قادیان کا ہی ہے۔ وہاں بہت سے احمدی مرد اور عورتیں جمع ہیں۔ عورتیں ایک طرف ہیں۔ غالباً برقعہ وغیرہ پہن کر بیٹھی ہیں۔ یا اوٹ ہے۔ میں نے اس طرف دیکھا نہیں۔ لیکن ایک طرف مرد ہیں۔ اور ایک طرف عورتیں چودھری مظفر الدین صاحب جو کچھ عرصہ پرائیویٹ سکرٹری بھی رہے ہیں۔ اور اب

بنگال میں مبلغ

ہو کر گئے ہیں۔ وہ اور ایک اور آدمی گھبرا کر کھڑے ہوتے۔ جلدی جلدی بلند آواز سے میری توجہ کو ایک طرف پھرانا چاہتے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ دیکھئے کیا ہے۔ وہ دیکھئے کیا ہے وہاں

ایک چوہیا

دوڑی جا رہی ہے۔ لوگ اسے مار رہے ہیں۔ اور میری توجہ اس طرف ہے۔ لیکن چودھری صاحب اور ان کا ایک ساتھی مجھے دوسری طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور آوازیں دے رہے ہیں۔ ان کے توجہ دلانے پر میں نے اس طرف دیکھا۔ تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک جگہ سے دیوار شق ہے۔ اور ایک چوہیا وہاں سر کے بل لٹکی ہوئی ہے۔ اسے دکھا کر چودھری مظفر الدین صاحب جلدی جلدی مجھ سے پوچھ رہے ہیں

حضور یہ طاعون سے مری ہے

یا کسی اور طرح سے۔ حضور یہ طاعون سے مری ہے۔ یا کسی اور طرح سے۔ اسے دیکھ کر میں یہی سمجھتا ہوں۔ کہ یہ طاعون سے ہی مری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میری بڑی بیوی بھی وہیں ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ کہ چلو گھر چلیں۔ لیکن پھر خیال آتا ہے۔ کہ اس گھر کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ اسے طاعون سے محفوظ رکھوں گا اس لئے موجودہ جگہ سے جہاں طاعون کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ ہمارا اس گھر میں جانا

وحی الٰہی کی بے حرمتی کا موجب

تو نہ ہوگا۔ اور میرے دل میں خیال گزرتا ہے۔ کہ کیوں نہ سات دن کسی کھلے میدان میں باہر رہ کر پھر گھر جائیں۔ میں اسی خیال میں تھا۔ کہ آنکھ کھل گئی۔ اور چودھری صاحب جب مجھے وہ مری ہوئی چوہیا دکھا رہے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اور بھی بہت سے چوہے مرے پڑے ہیں۔

چوہے سے مراد منافق بھی ہوتا ہے۔ اور طاعون بھی

پس اس خواب کا اشارہ کسی ایسے فتنہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ جو گھبراہٹ کا موجب ہو۔ یا منافقوں سے ہمارا مقابلہ آپڑے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو ہلاک کر دے۔ اور اس سے مراد طاعون بھی ہو سکتا ہے۔ اور ممکن ہے۔ اس سال طاعون زیادہ زور سے پھوٹے۔ یا آئندہ زمانہ میں پھر اس کا شدت سے ظہور ہو۔

اسی سال ایک دشمن نے اعتراض کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تو لکھا تھا۔ کہ طاعون بند نہ ہوگی۔ اب طاعون کہاں ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ بند نہ ہوگی۔ وہاں بھی اس کے خاص معنے ہیں۔ اور جہاں فرمایا ہے۔ بند ہوگی۔ وہاں بھی اس کے خاص معنے ہیں۔ دراصل اللہ تعالےٰ نے عذاب لانے کے پیش خیمہ کے طور پر ایسے اعتراضات کرایا کرتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ فامرنا مترفیھا ففسقوا فیھا

اللہ تعالےٰ کی طرف سے لوگوں کو انگیخت

کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس کے عذاب کو بھڑکا دیں۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دعائیں کریں۔ کہ اگر کوئی ایسا فتنہ مقدر ہو تو اللہ تعالےٰ جماعت کو اس سے بچا لے۔ اور منافقوں کا وبال ان ہی پر پڑے۔ اور اگر اس سے مراد طاعون ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس سے بھی ہمیں محفوظ رکھے اور جیسا نمایاں سلوک ہمارے ساتھ پہلے کرتا رہا ہے ویسا ہی اب بھی کرے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

اس کے بعد میں ایک نہایت ضروری امر کی طرف جماعت کو بالعموم۔ اور

نیشنل لیگ اور حکومت کو بالخصوص توجہ دلاتا ہوں

مجھے افسوس ہے کہ وقت کا صحیح اندازہ نہ ہونے کی وجہ سے میں ایسے وقت میں غسل کرنے گیا۔ کہ جمعہ کے لئے آنے میں دیر ہو گئی۔ اور یہ مضمون کسی قدر طوالت چاہتا ہے مگر چونکہ اسکا جلد سے جلد بیان کر دینا ضروری ہے اور گرمی کا موسم شروع ہو جانے کی وجہ سے نماز کا وقت بھی لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اُسے بیان کر دیتا ہوں :

یہ امر

مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ

ہے۔ ہمارے دوستوں کو معلوم ہے۔ کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کے خلاف حکومت نے مقدمہ چلایا تھا۔ اور پہلے مجسٹریٹ کی طرف سے ان کو کچھ سزا بھی دی گئی تھی۔ ان کی طرف سے سیشن کورٹ میں اپیل کی گئی۔ اور وہاں ان کی سزا صرف نام کے طور پر رہ گئی۔ اور سیشن جج نے ایسا فیصلہ کیا۔ جس سے ہماری جماعت کے دل سخت مجروح ہوئے۔ مجروح ہیں۔ اور مجروح رہیں گے۔ اس کے خلاف ہماری طرف سے

ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی

جس پر جماعت کا قریباً پندرہ ہزار روپیہ خرچ ہو گیا۔ ہائی کورٹ کے جج نے اپنے فیصلہ میں قریباً ان تمام شکایات کو جو ہم نے پیش کی تھیں۔ درست تسلیم کیا۔ اور ان میں اصلاح کی لیکن بعض باتوں کے متعلق اس نے لکھا۔ کہ چونکہ حکومت کی طرف سے سزا بڑھانے کی درخواست نہیں کی گئی۔ اس لئے قانون مجھے اجازت نہیں دیتا۔ کہ میں واقعات میں جاؤں۔ اور میں مجبور رہوں کہ جس حد تک سختی یا سخت الفاظ کے استعمال کا سوال ہے۔ یا ایسے امور کا سوال ہے۔ جو عدالت کی کارروائی سے تعلق نہیں رکھتے صرف اسی حد تک اپنے فیصلہ کو محدود رکھوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعض واقعات جو ہماری انتہائی دلشکنی کا موجب ہیں بلکہ

ہمارے مذہب پر حملہ

ہیں۔ وہ بغیر جواب کے رہ گئے۔ اور جماعت ایسے حالات میں مبتلا کر دی گئی۔ کہ اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ وہ عدالت سے باہر ان کا فیصلہ کرے یا کرائے۔ نیشنل لیگ نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ نیشنل لیگ کے بعض ممبر اس فیصلہ کے متعلق رائے زنی کر رہے ہیں۔ ایک چھپا ہوا ٹریکٹ بھی مجھے ملا ہے۔ اور اگرچہ اسے پڑھنے کا موقعہ مجھے تاحال نہیں ملا لیکن جو اطلاعات مجھے ملی تھیں۔ ان کی بنا پر ٹائیٹل کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں۔ اس میں بھی یہی مضمون ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نیشنل لیگ کے صدر اس بارہ میں

حکومت سے گفت و شنید

کر رہے ہیں۔ نیشنل لیگ کے قیام کی اجازت دیتے ہوئے جب جماعت سے چاروں طرف سے یہ آواز آ رہی تھی۔ کہ ایک ایسی مجلس قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو ان سیاسی امور میں حصہ لے سکے۔ جن میں جماعت احمدیہ حصہ نہیں لے سکتی۔ اس وقت منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط میں نے یہ بھی رکھی تھی۔ کہ سلسلہ کے وقار اور اس کی روایات کو کسی صورت میں بھی پس پشت نہ ڈالا جائے۔ اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی بات نہ کی جائے۔ اور حکومت وقت کا کوئی قانون نہ توڑا جائے۔

میں نے یہ

تین ضروری شرائط

رکھے تھے۔ اور بتایا تھا۔ کہ ان کے ماتحت لیگ اپنی ذمہ واری پر کام کرے۔ ہاں مناسب مشورہ مجھ سے لے سکتی ہے۔ اور یا جب میں خود مناسب سمجھوں دخل دے سکتا ہوں۔ اب میں سمجھتا ہوں۔ کہ اب موقعہ آیا ہے کہ مجھے خود دخل دینا چاہیئے۔ اور چونکہ اس کا تعلق لیگ کے ہزاروں ممبروں کے ساتھ بلکہ تمام جماعت کے ساتھ اور ایک حصہ کا تعلق حکومت کے ساتھ بھی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ خطبہ میں یہ امر بیان کر دوں۔ تا سب کو علم ہو جائے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ جبکہ نیشنل لیگ کے صدر حکومت سے گفت و شنید کر رہے تھے۔ تو

ممبروں کو رائے زنی نہ کرنی چاہیئے تھی۔

میرے نزدیک انسان کو ہمیشہ ایک خاص پالیسی کو مد نظر رکھ کر کام کرنا چاہیئے۔ میں مانتا ہوں کہ جو رائے زنی کی جا رہی ہے۔ وہ آئینی طریق کے اندر ہے۔ مگر آئینی طریق بھی دو قسم کے ہوتے ہیں بعض ایسے کہ ایک وقت میں دونوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان کو آگے پیچھے کرنا پڑتا ہے اور جب ایک طرف اپنی

براءت کی خواہش

حکومت سے کی جا رہی ہو۔ تو دوسری طرف ایسے طریق اختیار کرنا جس سے اپنے طور پر براءت کرنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہو۔ کچھ ایسا درست نہیں معلوم دیتا۔ جب حکومت سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ وہ

سلسلہ کے نقصان کی تلافی

کرے۔ تو چاہیئے تھا کہ پہلے اس سے جواب لے لیا جاتا۔ اور پھر اگر ضرورت باقی رہتی۔ تو خود کوئی قدم اٹھایا جاتا۔ دونوں کو ایک وقت میں جمع کر دینا میرے نزدیک مناسب نہیں تھا۔ اور میری ذاتی رائے ہے۔ کہ اس بارہ میں ممبروں نے غلطی کی ہے۔ اور اگر لیگ نے اب کرنے کی اجازت دی ہے۔ تو اس نے بھی عقلاً غلطی کی ہے۔ یا تو اسے حکومت کو مخاطب ہی نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اور جب مخاطب کیا گیا تو پہلے اس سے فیصلہ کرانا چاہیئے تھا۔ اور یا پھر یہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ آپ تو فیصلہ کرتے نہیں۔ اور خواہ مخواہ دیر لگاتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم اب خود سلسلہ کی عزت کو بچانے کی کوشش پر مجبور ہیں۔ میرے نزدیک ان تینوں صورتوں میں سے ایک نہ ایک کا اختیار کرنا ضروری تھا۔ یا تو حکومت کو مخاطب ہی نہ کیا جاتا۔ یا اسے مخاطب کیا جاتا۔ اور اس سے فیصلہ کرایا جاتا۔ اور اگر وہ ایسا رویہ اختیار کرتی۔ جس کے نتیجہ میں وقت ضائع ہوتا ہو۔ تو اس سے کہہ دیا جاتا۔ کہ آپ چونکہ دیر کرتے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم خود اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ آپ اب کچھ کریں یا نہ کریں میری یہ بھی رائے ہے کہ نیشنل لیگ نے حکومت سے گفت و شنید کرنے میں

بلا وجہ سستی سے کام

لیا ہے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے ذمہ وار لوگ اس ذمہ واری کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ جو ان پر ہے۔ غالباً نو ماہ یا شائد سال کا عرصہ ہی ہو چکا ہے کہ میں نے صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلائی تھی کہ وہ حکومت سے تصفیہ کرے۔ کہ کیا وہ

تحقیقاتی کمیشن

کے ذریعہ موجودہ شورش کے ایام کے واقعات میں ہماری بعض افسروں کی اور احرار کی ذمہ واری کا فیصلہ کرنے کی طرف مائل ہے یا نہیں اور اگر وہ مائل نہ ہو۔ تو پھر ایسے طریق اختیار کئے جائیں۔ جو

قانونی اور شرعی حدود کے اندر

ہوں۔ اور جن سے سلسلہ کے وقار کو قائم کیا جا سکے۔ لیکن ابھی وہ مرحلہ گورنمنٹ آف انڈیا تک پہونچا ہے۔ حالانکہ اس حد تک زیادہ سے زیادہ چار مہینہ میں پہونچ جانا چاہیئے تھا۔ پہلے تو کئی ہفتے چھوٹے چھوٹے ڈرافٹ کرنے میں لگ گئے۔ پھر کئی ماہ جواب کا انتظار کیا جاتا رہا۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا۔ کہ

دو ہفتہ کے بعد ریمائنڈر

دے دیا جاتا۔ اور پھر دو ہفتہ کے بعد بھی اگر جواب نہ ملتا۔ تو سمجھ لیا جاتا۔ کہ جواب نہیں آئے گا۔ اور دوسرا قدم اٹھایا جاتا۔ اب مرحلہ وزیر ہند کا ہے۔ اور اس میں بھی بلا وجہ دیر ہو رہی ہے۔ یہ ایک سچائی ہے جسے زمیندار بھی جانتے ہیں۔ کہ لوہا گرم ہی کوٹا جا سکتا ہے جس کی صلاح لوہا کوٹنے کی ہو۔ اور وہ اس کے

ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرے۔ اسے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی

شکوہ پر لمبا عرصہ

گزر جائے تو بالا افسر خیال کر لیتے ہیں۔ کہ لوگوں کا غصہ دُور ہو چکا ہے۔ اب اس معاملہ میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا ہمارے صدر انجمن کے کارکنوں نے بالا افسروں کو یہ کہنے کا موقعہ دے دیا ہے۔ کہ اب گڑے مُردے کیوں اکھاڑیں جس وقت کوئی کسی کا گلا دبا رہا ہو۔ اور ابھی دم باقی ہو۔ تو ہر ایک اس کی مدد کو پہونچتا ہے۔ کہ شائد بچ جائے۔ مگر جب وُہ مر چکا ہو۔ تو لوگوں کو جلدی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی پس جس ذہنی حالت میں حکومت کے بالا افسر دخل دیا کرتے ہیں۔ اسے خود ہمارے کارکنوں نے اپنی سستی سے دُور کر دیا ہے اگر صدر انجمن ایسے وقت میں وائسرائے تک پہونچتی جبکہ واقعات ابھی تازہ ہی تھے۔ تو

دس فیصدی امکان

ضرور تھا۔ کہ وُہ دخل دیدیتے۔ لیکن وُہ ایسے وقت میں ان کے پاس پہونچے ہیں۔ جبکہ حکام بالادست سمجھتے ہیں۔ کہ لوہا ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ اور جب معاملہ وزیر ہند تک پہونچیگا تو ان کے لئے بھی یہ کہنے کا موقعہ ہوگا۔ کہ میں تو

غیر معمولی حالات میں دخل

دیا کرتا ہوں۔ اب ان باتوں پر بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اور میرے لئے دخل دینے کی کوئی وجہ نہیں :۔

نیشنل لیگ نے بھی اسی قسم کی سُستی سے کام لیا ہے۔ غالباً نومبر میں ہائیکورٹ کا فیصلہ ہُوا تھا۔ اور اسے زیادہ سے زیادہ دسمبر تک حکومت سے گفت و شنید ختم کر لینی چاہیئے تھی۔ اور پھر جنوری میں اپنی کارروائی شروع کر دینی چاہیئے تھی۔ لیگ کی اسی سستی کا نتیجہ ہے۔ کہ ایک افسر نے کہدیا۔ کہ جب اتنی دیر تم لوگ خاموش رہے ہو۔ تو اب کیا ضرورت اس سوال کو اٹھانے

کی ہے۔ گو

یہ جواب غلط ہے

اور دلائل سے اس کی غلطی کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مگر فطرت انسانی کی اس کمزوری کو کیا کیا جائے۔ کہ وُہ ایسے موقعہ پر بہانے ڈھونڈتی ہے۔ کوئی شخص جب مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ اور وُہ مذہبی آدمی نہ ہو۔ تو وُہ چاہتا ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس مشکل سے پیچھا چھڑائے۔ اور حکومت کے افسروں کا یہ

قول اور فعل

ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ کہنے کا موقعہ ان کو میرے نزدیک لیگ نے ہی دیا ہے۔ میرے نزدیک ہائیکورٹ کے فیصلہ کے بعد پندرہ روز کے اندر اندر حکومت کو مخاطب کر لینا چاہیئے تھا۔ اور اگر پہلی چِٹھی کا جواب نہ آتا۔ تو اتنے ہی عرصہ کے بعد دوسری لکھی جاتی۔ یہ تو بے شک نہیں لکھنا چاہیئے تھا۔ کہ فلاں تاریخ تک ایسا کرو۔ ورنہ ہم اس اس طرح کریں گے کیونکہ یہ ایک قسم کا چیلنج ہے۔ اور

حکومت کو چیلنج دینا عقل اور ادب کے خلاف ہے

وُہ اسے دھمکی سمجھتی ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں سونٹا ہو۔ وُہ دھمکی سے جلدی غصہ میں آجایا کرتا ہے۔ اور جلدی ہتک محسوس کرنے لگ جاتا ہے :۔

دُنیا میں بہت جلد اپنی ہتک دو ہی قسم کے لوگ محسوس کرنے لگتے ہیں۔ یا تو طاقتور۔ جو سمجھتے ہیں۔ ہم اپنا اعزاز کرا سکتے ہیں۔ اور یا پھر بہت کمزور۔ پس حکومت کو یہ تو نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ کہ فلاں تاریخ تک فیصلہ کر دو۔ کیونکہ اس سے وُہ غصہ میں آکر کہہ دیتی۔ کہ اچھا جاؤ جو کرنا ہو۔ کر لو۔ لیکن یہی بات لکھنے کا ایک اور طریق ضرور ہے۔ اور جب مطالبہ معقول ہو۔ تو بغیر دھمکی کے بھی یہ بات لکھی جا سکتی ہے :۔

اس موقعہ پر

ہماری پوزیشن

یہ تھی۔ کہ احراری اس فیصلہ کو شائع کر رہے تھے۔ جس کے بعض حصوں کے متعلق ہائیکورٹ نے سخت ریمارکس کئے ہیں۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے۔ کہ ایسے فیصلوں سے جس منافرت کو دُور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ وُہ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور کہ اس میں بعض باتیں واقعہ میں احمدیوں کو تکلیف دینے والی ہیں۔ اور

عدالتی دماغ

کے ماتحت نہیں لکھی گئیں۔ اب اس فیصلہ کے ماتحت حکومت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کی اشاعت سے جماعت احمدیہ کو ناجائز طور پر دکھ پہونچ رہا ہے۔ اور بلاوجہ نقصان پہونچایا جا رہا ہے۔ ایسا دکھ اور ایسا نقصان جس کا جائز طور پر پہونچانا کسی کا حق نہیں۔ اور ہماری یہ پوزیشن ہائیکورٹ کے فیصلہ سے واضح تھی۔ اب لیگ والے اسے حکومت کے پیش کر کے کہہ سکتے تھے۔ کہ پندرہ یا بیس روز ہوئے۔ ہم آپ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہائیکورٹ کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے ہم قانون شکنی نہیں چاہتے۔ ہمارا دشمن قانون شکنی کر رہا ہے۔ اور اس فیصلہ کو شائع کر رہا ہے۔ جو ہائیکورٹ سے رد کیا جا چکا ہے۔ اور آپ تاخیر کر کے ہم پر اس کے حملہ میں اس کی مدد کر رہے ہیں۔ اور ہمارے ہاتھ روک کر ہمارے دکھ کو بڑھا رہے ہیں۔ آپ کی طرف سے جتنی دیر ہوگی۔ اتنا ہی

آئین کی خلاف ورزی کرنیوالے لوگ

آئین کے پابند لوگوں کو بلاوجہ تکلیف پہونچاتے چلے جائینگے۔ اس لئے آپ جلد از جلد اس کا فیصلہ کریں۔ ورنہ ۱۵ یا ۲۰ روز کے بعد ہم یہ سمجھ لینگے۔ کہ آپ اس بارہ میں کچھ نہیں کرنا چاہتے۔ اور پھر خود اپنی حفاظت کے لئے کوئی مناسب قدم قانون کی حدود کے اندر اٹھائیں گے اس میں شبہ نہیں۔ کہ بعض دفعہ صدر نیشنل لیگ نے ان معاملات میں مجھ سے مشورہ مانگا ہے۔ مگر میں اس بارہ میں

مشورہ دینے سے گریز

کرتا رہا ہوں۔ کیونکہ میں چاہتا تھا۔ کہ خود ان کو غور کرنے اور سوچنے سمجھنے کا موقعہ ملے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے انہیں ایک انگریزی کی ضرب المثل بھی سنائی تھی۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بعض بڑی عمر کے آدمی بھی چاہتے ہیں۔ کہ انہیں بچوں کی طرح چمچوں سے غذا دیجائے۔ کام کی قابلیت نفس پر بوجھ ڈالنے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے مشورہ دینا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن اب کہ کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنا مشورہ بیان کر دوں۔ پس میری رائے یہ ہے۔ کہ اگر اس قسم کی چِٹھی کے بعد بھی جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ حکومت توجہ نہ کرتی۔ تو پھر لیگ مجاز تھی۔ کہ وُہ جو چاہتی کرتی۔ اور اس کا ٹھیک وقت جنوری میں تھا۔ اور اب اپریل میں اسے شروع کرنے کے یہ معنے ہیں کہ گویا

تین ماہ کا قیمتی وقت ضائع کر دیا گیا

ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ کارروائی شروع ہی بے موقعہ کی گئی ہے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ اب تک بھی تو حکومت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور لیگ والوں نے یہ بھی نہیں کیا۔ کہ قطعی طور پر حکومت سے کہدیا ہو۔ کہ ہم اب خود جواب دینے لگے ہیں :۔

ان حالات میں عقلاً یہ بات اچھی نہیں معلوم دیتی۔ اور جو بات عقلاً بھی معلوم نہ دے۔ وہ طبائع پر اچھا اثر نہیں ڈالتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی عدالت میں مقدمہ دائر کرے اس کے فیصلہ سے قبل ہی اپیل بھی دائر کر دے۔ تو اسے کوئی بھی معقول نہیں کہے گا۔ اس لئے میرے نزدیک یہی مناسب ہے۔ کہ اب بھی

حکومت پر زور دے کر اس سے جواب لیا جائے

یا اسے کہہ دیا جائے کہ چونکہ حکومت بلاوجہ دیر کر رہی ہے۔ ہم اس کے فیصلہ کا اب انتظار نہیں کر سکتے۔ اور اس وقت تک اپنے طور پر کوئی طریق اختیار نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میں وہ سوال لیتا ہوں۔ جو حکومت کے اور پبلک کے دل میں بھی پیدا ہو رہا ہے۔ اور جو میرے نزدیک واقعی ایسا ہے۔ کہ اس کا جواب دیا جائے۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد بھی کیا اس کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ کہ حکومت کوئی

مزید کارروائی

کرے۔ جبکہ ہمارے لئے یہ راستہ کھلا ہے۔ کہ اس فیصلہ کو شائع کریں۔ تو حکومت کی طرف سے کسی کارروائی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سوال بظاہر نظر معقول ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر ہائی کورٹ کے فیصلہ کی موجودگی میں بھی ہم

مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی کارروائی

کرنا چاہیں تو اس کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیئے۔ کہ اس کے بعد ہمارے لئے کیا مشکل باقی رہ جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب میں آج خطبہ میں دینا چاہتا ہوں۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ مزید کارروائی کی ضرورت ہے۔ اور ہائی کورٹ کا فیصلہ ہمارے شکوہ ہمارے دکھ اور ہمارے نقصان کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اور اس کے

دو وجوہ

ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد بھی پہلا فیصلہ برابر شائع کیا جا رہا ہے اور حکومت اسے نہیں روکتی۔ جن لوگوں تک وہ فیصلہ پہونچتا ہے قدرتی طور پر ان کے دلوں میں کچھ خیالات پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ اور لوگوں میں بھی پھیلتے ہیں۔ پھر ہر شخص جس تک یہ فیصلہ پہونچا ہے۔ ضروری نہیں۔ کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی اسے مل سکے۔ اب حکومت بتائے۔ کہ

اس حالت کا علاج ہمارے پاس کیا ہے

اگر حکومت اسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے معاً بعد ضبط کر لیتی۔ تو ہم کہتے کہ آئیندہ نقصان کا تو انسداد ہو گیا۔ اور گذشتہ پر اس حصہ کے متعلق ہم صبر کر لیتے۔ مگر جب وہ فیصلہ برابر شائع ہو رہا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو غلط رنگ میں

احرار اخباروں میں شائع کرتے ہیں

اور حکومت اس پر کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ ہائی کورٹ کے جج نے لکھا ہے کہ میں واقعات میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ حکومت نے

سزا بڑھانے کی درخواست

نہیں کی۔ اور میں نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ عدالت نے اپنے رستہ سے ہٹکر اور بے تعلق باتیں فیصلہ میں لکھ کر جماعت احمدیہ کی دلشکنی تو نہیں کی۔ اور اسی اصل کے مطابق اس نے لکھا ہے۔ کہ مجھے اس سے بحث نہیں۔ یعنی میں قانوناً اس بحث میں نہیں پڑ سکتا۔ کہ مرزا صاحب شراب پیتے تھے۔ یا نہیں۔ مگر یہ بات ضرور ہے۔ کہ عدالت کو ایسے الفاظ لکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مجھے چونکہ قانون اجازت نہیں دیتا۔ کہ

واقعات کی بحث

میں پڑوں۔ اس لئے میں اس بات کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن احراری اخبار لکھتے ہیں۔ کہ ہائی کورٹ کے جج نے تسلیم کر لیا ہے۔ کہ مرزا صاحب شراب پیتے تھے۔ ہاں یہ لکھا ہے کہ اسے ضرورت نہیں کہ وہ اس بحث میں پڑے۔ ایک ہیڈنگ یہی تھا۔ کہ مرزا صاحب شراب پیتے تھے۔ اور بھی کئی مواقع پر اسے غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ گویا

پہلے ضرر کو اور بھی خطرناک کر دیا گیا ہے

اور حیرانی کی بات یہ ہے۔ کہ حکومت کا وہ محکمہ جو چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب کے خلاف ہر اخبار کا ہر اقتباس حکومت تک پہونچاتا تھا۔ وہ اس موقعہ پر کیوں سوتا رہا۔ اور یہ اقتباس اس نے حکومت تک کیوں نہ پہونچائے۔ اور اگر پہونچا دیئے۔ تو حکومت کیوں خاموش رہی۔ کیا اسے نظر نہ آتا تھا۔ کہ جس چیز کا ازالہ ہائیکورٹ نے کرنا چاہا تھا۔ اسے اور پختہ کیا جا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات کی موجودگی میں اگر جماعت احمدیہ اپنی زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت سمجھے۔ تو اس کی ذمہ واری حکومت پر ہو گی ؛

دوسری بات

یہ ہے۔ کہ جج نے تسلیم کیا ہے۔ کہ حکومت نے سزا کی زیادتی کی درخواست نہیں کی۔ اس لئے میں واقعات میں نہیں پڑ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک جج واقعات سے

غلط نتائج

اخذ کرے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ صحیح نتائج اخذ کرے۔ اور ان کی صحت یا عدم صحت کے سوال کو ہائی کورٹ اسی وقت زیر بحث لا سکتا ہے۔ جب زیادتی سزا کی درخواست ہو۔ ورنہ قانوناً اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اور یہ

درخواست پبلک کی طرف سے نہیں ہوا کرتی

یا تو فریقین میں سے کسی فریق کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور یا پھر حکومت کی طرف سے اور اس مقدمہ میں تو دوسرا فریق ہی حکومت تھی۔ اس لئے ہماری طرف سے تو یہ درخواست کسی صورت میں بھی نہ ہو سکتی تھی۔ واقعات پر بحث کرانا یا تو حکومت کے ہاتھ میں تھا۔ یا مولوی عطاء اللہ صاحب کے ہاتھ میں۔ ظاہر ہے۔ کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کو ایسی درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لئے ایسا سوال اٹھانے والی صرف حکومت ہی رہ جاتی تھی۔ اور اس نے اٹھایا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جج نے لکھ دیا۔ کہ واقعات کی صحت یا عدم صحت کے سوال میں میں نہیں جا سکتا۔ اور اس وجہ سے مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کا ایک حصہ ایسا رہ گیا

جو واقعات کے صحیح یا غلط ہونے سے تعلق رکھتا ہے

اور اس حصہ میں سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی علیہ السلام پر حملے ہیں۔ اب میں حکومت سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے بتا دے۔ کہ ان کا رد جماعت کس طرح کرے اگر اس کے رد کی کوئی صورت ہمارے اختیار میں تھی۔ تو حکومت ہمیں وہ قانون بتا دے۔ جس سے ہم ایسا کر سکتے تھے۔ پھر وہ کہہ سکتی ہے۔ کہ تمہارے لئے قانون نے یہ راستہ کھولا ہوا تھا۔ مگر تم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس پر ہم اپنی غلطی کو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن جب صرف حکومت ہی اس سوال کو اٹھا سکتی تھی۔ اور اس نے نہیں اٹھایا۔ تو ذمہ واری یقیناً اس پر ہے۔ اب وہ ہمیں بتائے۔ کہ جو مشکل اس نے ہمارے لئے پیدا کر دی ہے۔ اس کا علاج ہمارے پاس کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک بالا افسر نے ایک احمدی سے کہا۔ کہ ناظر امور عامہ نے

حکومت کے لیگل ریممبرنسر

سے کہا تھا۔ کہ ہم سزا کی زیادتی نہیں چاہتے۔ اسلئے ایسی درخواست نہ دیئے جانے کی ذمہ واری جماعت پر ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ ناظر امور عامہ نے ایسا کہا تھا یا نہیں۔ اسکے متعلق میں نے اب تک ان سے دریافت نہیں کیا۔ لیکن اگر یہ کہا بھی تھا۔ تو بھی میں سمجھتا ہوں۔ حکومت کا جواب درست نہیں

سزا کی زیادتی

نہ چاہنا۔ اور سزا کی زیادتی کی درخواست دینے کی ضرورت نہ سمجھنا ان دونوں باتوں میں

زمین و آسمان کا فرق

ہے۔ اگر ناظر صاحب امور عامہ نے یہ کہا بھی ہو۔ کہ ہم سزا کی زیادتی نہیں چاہتے۔ تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کا یہ مطلب تھا۔ کہ فیصلہ میں بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو الزام لگائے گئے ہیں۔ ان کو بھی ہم دور کرانا نہیں چاہتے۔ اور اس بارہ میں آپ کی

ہتک کے ازالہ کی خواہش

نہیں رکھتے۔ کوئی عقلمند یہ باور نہیں کرسکتا کہ خانصاحب نے ایسی بات کہی ہو۔ بلکہ کسی احمدی بچہ نے بھی یہ بات کہی ہو۔ ہم تو اس ہتک کو دور کرانے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اور یہ خیال کرنا کہ ناظر صاحب امور عامہ نے یہ کہا ہوگا۔ کہ سزا میں زیادتی نہ ہو۔ بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہتک اگر ہوتی ہے۔ تو بے شک ہو۔ بالکل

خلافِ عقل بات

ہے۔ اگر ہم نے شرافت کی وجہ سے یہ کہا۔ کہ ہم سزا میں زیادتی نہیں چاہتے۔ تو کیا اس شرافت کا نقصان ہمیں پہنچنا چاہئے تھا۔ اگر ہم حکومت کو مشکلات سے بچانے کے لئے قربانی کرنے کو تیار تھے۔ تو کیا اس کا یہی فرض تھا۔ کہ ہماری مشکلات میں اضافہ کردیتی۔ اور ہمیں

پھانسی کے تختہ پر

لٹکا دیتی۔ اور ان باتوں کا باقی رہنا تو ہمارے لئے پھانسی سے بھی زیادہ ہے۔ اگر ہم نے کہا تھا۔ کہ سزا میں اضافہ نہ ہوا تو جماعت احمدیہ حکومت سے لڑتی نہیں رہے گی۔ تو اس کا یہ مطلب کس طرح ہوگیا۔ کہ ہم پر جو اعتراض کئے گئے ہیں۔ ہم انہیں بھی دور کرانا نہیں چاہتے۔

حکومت کو چاہئے تھا۔ کہ وہ درخواست دیتی۔ کہ سزا بڑھائی جائے۔ اور سرکاری وکیل کہہ دیتا۔ کہ یہ درخواست

رسمی طور پر

اس لئے دی گئی ہے۔ کہ واقعات پر بحث ہوجائے۔ ورنہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ سزا میں کوئی حقیقی اضافہ ہو۔ یہ باتیں روز ہائی کورٹ میں ہوتی ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں۔ کہ اس طرح نگرانی کرنے میں ہائی کورٹ ضرور سزا میں اضافہ کردے ایسے موقعہ پر جج

مدعی کی خواہش کے مطابق واقعات کا فیصلہ

کردیتا ہے۔ اور سزا نہیں بڑھاتا۔ کیا حکومت کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جس نے یہ قانون بنائے ہیں۔

پس اگر خانصاحب نے وہ بات کہی۔ تو یہ بتانے کے لئے کہ جماعت احمدیہ حکومت کو کسی مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتی۔ اور مولوی عطاء اللہ صاحب سے بھی اسے کوئی بغض نہیں۔ یہ ہماری شرافت تھی۔ جسے

پھانسی کا پھندا

بنا کر حکومت ہمارے گلے میں ڈالنا چاہتی ہے۔ اور ہماری نیکیوں کا خمیازہ بھگتنے پر ہمیں مجبور کیا جارہا ہے۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ ہماری مشکلات کو سمجھے۔ اس کے بغیر وہ کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہونچ سکتی۔

جماعت احمدیہ ہمیشہ امن پسند رہی ہے۔ اور اب بھی اس نے ثابت کردیا ہے۔ کہ وہ ہر حال میں امن پسند رہے گی۔ جس رنگ میں جماعت کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے بزرگوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔ جیسی گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ کیا بالکل ویسی ہی باتوں پر دوسری قوموں نے خون نہیں کئے۔ ہم بزدل نہیں ہیں مگر خدا تعالےٰ نے ہمارے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ اگر دس بیس احمدی دس بیس احراریوں کو مار دیتے تو میں نہیں سمجھتا۔ کہ حکومت فوراً توجہ نہ کرتی۔ مگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

امن پسندی کی تعلیم کو زندہ رکھا

اور میں بار بار خطبات میں جماعت کو توجہ دلاتا رہا۔ کہ کسی کے بہکاوے میں نہ آنا اور امن پسندی کا سبق بھول نہ جانا۔ حالانکہ یہ میرا فرض تو نہ تھا۔ حکومت کو اپنی

غلطیوں کا خمیازہ

خود بھگتنا چاہئے تھا۔ ہم بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ مگر نہیں کیا۔ قادیان میں ہمیں گالیاں دی گئیں۔ بلکہ مارا بھی گیا۔ میرے بھائی پر ایک فقیر کے لڑکے نے حملہ کیا۔ اور احرار نے کرایا۔ بمبئی میں ایک احمدی بچے کی لاش کو دفن کرنے سے روک دیا گیا۔ بریلی میں اپنی خرید کردہ زمین پر نئی بنی ہوئی

احمدیہ مسجد کو گرانے کی کوشش

کی گئی۔ احرار سے تعلق رکھنے والے بعض لوگوں نے مسجد کے پاس ایک مکان کرایہ پر اس نیت سے لیا۔ کہ اس کی چھت پر سے مسجد کی چھت پر جایا جاسکے۔ اور اسے نقصان پہونچایا جاسکے۔ اور صاف لفظوں میں احمدیہ مسجد کے گرانے کا فتوےٰ بھی شائع کیا گیا۔ جو ہمارے پاس موجود ہے۔ ابھی بھیرہ میں ایک احمدی کو مار مار کر اس کی کھوپڑی توڑ دی گئی۔ پہلے تو ڈاکٹر اس کی زندگی سے مایوس تھے۔ مگر اب اطلاع آئی ہے۔ کہ زندگی کی کچھ امید ہوگئی ہے۔ اور اس حملہ کی کوئی دنیوی وجہ نہیں تھی۔ بلکہ محض

مذہبی اختلاف اس کا موجب تھا

پھر چودھری اسداللہ خان صاحب پر دہلی میں حملہ کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں بچا لیا۔ سرہانہ دوسری طرف تھا۔ اور خنجر لاتوں کے درمیان پھنس گیا۔ ورنہ اگر سر اس طرف ہوتا۔ تو خنجر سینہ میں اتر جاتا۔ اس تمام اشتعال انگیزی کے باوجود کیا حکومت سمجھتی ہے۔ کہ ہمارے سینوں میں دلوں کی بجائے پتھر ہیں۔ ہمارے سینوں میں بھی ویسے ہی دل ہیں۔ جیسے ہمارے دشمنوں کے سینوں میں ہیں۔ مگر فرق صرف یہ ہے۔ کہ ان کے دلوں میں حکومت کا خوف ہے۔ اور ہمارے دلوں میں خدا کا اگر ہمیں اللہ تعالےٰ کا ڈر نہ ہوتا۔ تو ہم ہندوستان کو

راس کماری سے لیکر ہمالیہ تک

خون سے بھر سکتے تھے۔ لیکن ہم نے نہ صرف یہ کہ اسے ناپسند کیا۔ بلکہ اپنی جماعت کو یہ سبق یاد کراتے رہے۔ کہ ایسے افعال ناجائز ہیں۔ ہمارے اس نیک کام کے عوض میں حکومت نے ہمارے ساتھ کیا نیک سلوک کیا یہی کہ چونکہ انہوں نے ہمارے رستہ میں روکیں پیدا نہیں کیں۔ اس لئے ان کے دل دکھنے دو۔ مگر اسے یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہمارے ہاتھ تو خدا نے باندھ رکھے ہیں۔ لیکن کاش وہ

کل کے مورخوں کے ہاتھ اور قلم

سے نکلنے والے الفاظ کو دیکھ سکتی۔ حکومتیں ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ کیا کوئی حکومت ہے۔ جو ہمیشہ قائم رہی ہو؟ کیا روم کی حکومت اپنے عروج کے زمانہ میں یہ خیال کرسکتی تھی کہ وہ کبھی تباہ ہو جائے گی قسطنطنیہ کی حکومت یہ سمجھ سکتی تھی۔ کہ کوئی وقت آئے گا۔ جب وہ مٹ جائے گی۔ کیا

ایران کا کیانی خاندان

کبھی یہ وہم کرسکتا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں ان کا نام لینے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔

مصر کے فراعنہ

کبھی اس کا تصور کرسکتے تھے۔ کہ ان کی جگہ دوسری حکومتیں آجائیں گی۔ اہل مصر تو اس زمانہ میں شاید انگلستان کا نام بھی نہ جانتے ہوں۔

جس نے خدیو کے ذریعہ وہاں حکومت کرنی تھی۔ وہ فرانس کے نام سے بھی ناآشنا تھے۔ لیکن نپولین نے ان کا تمام ملک تہ و بالا کر دیا۔ پھر کیا انگریز خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ان کی حکومت ہمیشہ رہے گی۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ کل تک بھی قائم رہ سکے گی یا سال تک رہے گی یا ایک صدی تک بہر حال کوئی حکومت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ مگر اس کے

انصاف کا نام

قائم رہ جاتا ہے۔ رومی حکومت مٹ گئی مگر اس کا ایک ظلم اور ایک انصاف آج تک قائم ہے۔ رومی حکومت کا یہ ظلم ہمیشہ یاد رہے گا۔ کہ اس نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو بے گناہ صلیب پر لٹکا دیا۔ اور پیلاطوس کا یہ انصاف بھی ہمیشہ یاد رہے گا۔ کہ باوجودیکہ اسے دھمکی دی گئی۔ کہ بادشاہ کے حضور اس کی

رپورٹ کی جائے گی

اس نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے۔ اور کہہ دیا۔ کہ میں مسیح کو بالکل بے گناہ سمجھتا ہوں۔ پیلاطوس کا یہ انصاف اور حکومت روم کا یہ ظلم دونوں باتیں نہیں مٹیں۔ مگر حکومت روم مٹ چکی ہے۔

موجودہ انگریزی افسر

یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کی نسلیں بھی ہمیشہ نہیں رہیں گی۔ حکومت بھی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ مگر ان کے افعال باقی رہ جائیں گے۔ آج اگر وہ انصاف کریں گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ کہ انگریزی حکومت بڑی اچھی تھی۔ اس نے اقلیت سے انصاف کیا۔ اور

اکثریت کی پروا

نہ کی۔ لیکن اگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو آئندہ مؤرخ یہی لکھیں گے۔ کہ وہ انصاف کے دعوے تو بہت کرتی تھی۔ مگر جب وقت آیا۔ تو افسوس کہ وہ فیل ہو گئی۔ کچھ

مظلوم لوگ

تھے۔ جو انصاف کا مطالبہ کرتے تھے مگر حکومت نے انہیں انصاف نہ دیا۔ وہ دیکھتی رہی۔ اور ان کے

دلوں پر خنجر

مارے گئے۔ وہ دیکھتی رہی۔ اور ان کے سروں پر آرے چلائے گئے۔ اور حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ اور صرف اس وجہ سے خاموش رہی۔ کہ اکثریت رکھنے والے لوگ ناراض نہ ہو جائیں۔ صرف یہ چیزیں باقی رہ جائیں گی۔ اور اس بات سے خود انگریز حکام ان کے وزراء اور

پارلیمنٹ کے ممبر

بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ انگریزی حکومت ہمیشہ نہیں رہے گی۔

پس ہم بے شک امن پسند ہیں۔ قانون کا احترام کرتے ہیں۔

عدالتوں اور ججوں کی عزت

قائم کرنے کے ہمیشہ قائل رہے ہیں۔ میرے خطبات دیکھ لئے جائیں۔ میں ہمیشہ یہی نصیحت کرتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ہمارا یہی مسلک ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج ہے۔ کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی ہماری پوری طرح تسلی نہیں کرتا۔ اگر

ہائیکورٹ میں

واقعات زیر بحث آ جاتے۔ تو خواہ کچھ فیصلہ ہوتا۔ ہم خاموش ہو جاتے۔ اور خیال کر لیتے کہ آخری عدالت تک پہونچ گئے ہیں۔ ہم اس صورت حالات کو ماننے کے لئے تیار تھے۔ کہ آخر کہیں پہونچ کر تو خاموش ہونا ہی تھا۔ اور اب بھی جس حصہ کا فیصلہ ہائیکورٹ نے کیا ہے۔

ہم عملاً اس کی عزت کر رہے ہیں۔

حالانکہ اس سے بھی ہماری تسلی نہیں ہوئی لیکن جس حصہ کے زیر بحث لانے میں حکومت روک بن گئی ہے اس کے متعلق ہماری شکایات کے ازالہ کی کیا صورت ہے۔ پس گو ہم امن پسند ہیں۔

قانون وعدالت کا احترام

ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ جس قربانی کا کسی سے مطالبہ کیا جائے۔ اس کی ایک حد ہونی چاہیئے۔ جس شخص کا ایک پیسہ ضائع ہو رہا ہو۔ وہ ہم سے امید کر سکتا ہے۔ کہ ہم اپنا دھیلا ضائع کر کے اس کا پیسہ بچالیں۔ اور یہ خیال کر لیں۔ کہ وہ

غریب آدمی

ہے۔ اس کا پیسہ ضائع نہ ہو۔ بلکہ وہ امید کر سکتا ہے۔ کہ ہم اپنا پیسہ ضائع کر کے بھی اس کا پیسہ بچالیں۔ حتےٰ کہ دو پیسہ آنہ دو آنہ بلکہ روپیہ تک ضائع کر کے اس کا پیسہ بچالیں۔ کیونکہ اس غریب کا پیسہ بہت قیمتی ہے۔ مگر وہ اگر یہ مطالبہ کرے۔ کہ فلاں شخص کے پاس دس کروڑ کی جائداد ہے۔ وہ اُسے برباد کر کے میرا پیسہ بچائے۔ تو یہ

دانشمندانہ مطالبہ

نہیں کہلائے گا۔

پس ہم گو قربانی کے قائل ہیں۔ حکومت عدالت اور قانون کے ادب اور احترام کے قائل ہیں۔ مگر ہر عقلمند تسلیم کرے گا۔ کہ قربانی نسبتی ہوتی ہے۔ قربانی کے وقت ہمیشہ دیکھنا پڑتا ہے۔ کہ کونسی چیز بڑی ہے جس کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ یا خود وہ چیز جس کی

قربانی کا مطالبہ

کیا جاتا ہے۔ حکومت ہم سے فرمانبرداری کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور ہم اس مطالبہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس کی خاطر دوسروں سے ہمیشہ لڑتے رہے ہیں۔ گالیاں سنتے۔ اور ماریں کھاتے رہے ہیں۔

حکومت کی فرمانبرداری

کی وجہ سے ہمارے خلاف فتوے دیئے گئے مگر ہم پھر بھی یہی کہتے رہے ہیں۔ اور اب بھی ہمارا یہی مسلک ہے۔ کہ حکومتِ وقت کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ مگر جہاں حکومت ہزاروں باتوں میں ہم سے

فرمانبرداری کی توقع

رکھتی ہے۔ وہاں کیا وہ یہ امید بھی کر سکتی ہے کہ وہ ہم سے کہے کہ نماز چھوڑ دو۔ تو ہم اس کی فرمانبرداری کریں۔ اگر وہ ایسا مطالبہ کرے۔ تو ہم فوراً اسے جواب دیں گے کہ آپ کا ملک آپ کو مبارک ہو۔ ہم جاتے ہیں۔ اور اگر جانے بھی نہ دے گی۔ تو پھر ہمیں اس سے

جہاد کی اجازت

ہو گی۔ اور ہم ظاہراً یا خفیہ طور پر جس طرح ممکن ہو گا۔ اُسے نقصان پہونچائیں گے۔ اور یہ صورت ایسی ہے۔ کہ حکومت بھی اس کی معقولیت کا انکار نہیں کر سکتی۔ کسی وائسرائے کسی گورنر اور کسی وزیر کے سامنے اُسے رکھ دو۔ وہ تسلیم کرے گا۔ کہ حکومت کو مذہب میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ سو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حکومت کی فرمانبرداری ضروری ہے مگر یہ نہیں۔ کہ وہ

مذہب میں دست اندازی

کرے۔ تو پھر بھی ہم اس کی فرمانبرداری کرتے جائیں۔ وہ کہے عیسائی ہو جاؤ۔ تو ہم عیسائی ہو جائیں۔ اگر کوئی حکومت مسلمانوں کو عیسائی ہونے پر مجبور کرے۔ تو یقیناً مسلمانوں کا حق ہو گا۔ کہ وہ اس کا مقابلہ کریں۔ خواہ زندہ رہیں یا مر جائیں۔ مگر ایسے حکم کو کسی صورت میں نہ مانیں۔ اگر میرا یہ خیال غلط ہے۔ تو کوئی

بڑے سے بڑا افسر

اس کے غلط ہونے کا اعلان کر دے۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ کوئی ایسا اعلان نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے سب متفق ہیں۔

پس قربانی کے وقت ہمیشہ یہ دیکھا جائے گا۔ کہ کتنی قربانی چاہی جاتی ہے اور جس کے لئے چاہی جاتی ہے۔ اس کی کیا قیمت ہے۔ اگر

شخصی تذلیل کا سوال

ہو۔ اور کسی فیصلہ میں کسی شخص کو جھوٹا کہا گیا ہو۔ تو اسے گوارا کیا جا سکتا ہے اور اگر ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد بھی اسے جھوٹا ہی قرار دیا جائے۔

تو جو لوگ جانتے ہیں۔ کہ وہ سچا ہے۔ وہ بھی اسے یہی مشورہ دیں گے۔ کہ اب خاموش ہو رہو۔ آخر جج بھی آدمی ہے۔ اور کہیں جاکر تو یہ جھگڑا ختم ہونا ہی تھا۔ تمہارے دوست جانتے ہیں۔ کہ تم سچے ہو۔ لیکن اگر تذلیل انسان کی نہیں۔ بلکہ مذہب کی ہو۔ اور مذہب بھی وہ جو لوگوں کو بلاتا ہے۔ کہ آؤ اور مجھے قبول کرو۔ تو دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انفرادی تذلیل پر باوجود اس شخص کے سچا ہونے کے ہم زندہ دل کہہ سکتے ہیں۔ کہ ذلت برداشت کر لو۔ لیکن مذہب کی تذلیل اگر عدالت کرتی ہے۔ تو اس کی حالت جداگانہ ہے۔ پھر اگر وہ تذلیل اس مذہب کے ماننے والوں کے کسی فعل کی وجہ سے ہو۔ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمہارا اپنا قصور ہے۔ اگر ہم کوئی مقدمہ عدالت میں لے جاتے۔ جس کے نتیجہ میں یہ فیصلہ ہوتا تو حکومت کہہ سکتی تھی۔ کہ ہم نے تو نہیں کہا تھا۔ عدالت میں جاؤ۔ مگر اس مقدمہ میں تو ہم نہ مدعی ہیں۔ نہ مدعا علیہ۔ ہمیں اپنی پوزیشن پیش کرنے کا بھی موقعہ نہ تھا۔ قانون ہمیں اس سے بالکل بے دخل رکھتا ہے۔ مگر

فیصلہ کا سارا زور ہمارے ہی خلاف ہے

پس اس کی ذمہ داری بھی ہم پر نہیں۔ بلکہ حکومت پر ہے۔ یا مولوی عطاء اللہ صاحب پر۔ اور اس کے نتیجہ میں اگر کوئی ضرر کسی کو پہونچنا ہو۔ تو ان دونوں میں سے ہی کسی کو پہونچنا چاہیئے۔ ہم کیوں خواہ مخواہ اس کا شکار ہوں۔ اس فیصلہ میں ایسے امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔ کہ ہائیکورٹ نے صاف کہا ہے۔ کہ ان کا زیر بحث لانا ناجائز تھا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کہ ایسا دیانت داری سے کیا گیا۔ یا بددیانتی سے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس کا اثر ہم پر کیوں پڑے۔ اپیل کی اجازت دینے کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ عدالتوں کا فیصلہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اگر جج کے لئے غلطی کا امکان نہ ہوتا۔ تو اپیل

سکے کوئی معنے ہی نہ تھے۔ لیکن عقلاً یا انصافاً کبھی اگر کوئی عدالت ایسا فیصلہ کرے۔ جو دانستہ یا نادانستہ طور پر مدعی اور مدعا علیہ کو چھوڑ کر ایک ایسی جماعت یا مذہب پر اثر انداز ہو جو تبلیغی ہو۔ تو اسے کیا کرنا چاہیئے یہ سوال ہے۔ جس کا جواب میں حکومت سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت جب ہمیں کہتی ہے۔ کہ مت بولو۔ تو اسے یہ بھی بتانا چاہیئے۔ کہ

ہم کیا کریں

وہ بتادے۔ کہ تمہارے لئے فلاں رستہ کھلا ہے۔ یا یہی کہہ دے۔ کہ کوئی راستہ کھلا نہیں۔ مگر تم پھر بھی صبر کرو۔ میں اس سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ ان دونو باتوں میں سے ہمیں کیا کہتی ہے۔ دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو رستہ بتادے۔ اور یا یہ کہہ دے۔ کہ خواہ تم کو کس قدر نقصان پہنچے۔ خاموش رہو۔ جو بھی جواب دے۔ دینا چاہتی ہے دے تاکہ ہم اس پر غور کریں۔ لیکن صبر کرنے کے متعلق اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ یہ سخت

نامعقول بات

ہے۔ کہ کسی سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ خواہ تمہارے مذہب پر کس قدر سخت حملہ ہوا ہو۔ خواہ تمہاری تبلیغ رک گئی ہو۔ تم خاموش رہو۔ بس اس کے لئے ایک ہی جواب ممکن ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ وہ ہمیں بتائے کہ تمہارے لئے قانون نے فلاں راستہ کھلا چھوڑا ہے۔ اگر وہ کوئی ایسا راستہ بتائے۔ جس کے ذریعہ سے خود جواب دئے بغیر عدالت کے ذریعہ سے فیصلہ کرایا جا سکتا ہو۔ تو میں جماعت (؟) کو مجبور کر دوں گا۔ کہ اسی رستہ کو اختیار کرے۔ اور اگر کوئی ایسا رستہ نہیں۔ تو حکومت بتادے کہ ہم کیا کریں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ

ہمیں صبر کرنے کا مشورہ

حکومت دے نہیں سکتی۔ یہ فیصلہ ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اردو اور انگریزی میں ہندوستان انگلستان اور بعض دوسرے غیر ممالک مشرقی افریقہ۔ اور اسلامی ممالک میں بھی بکثرت تقسیم کیا گیا ہے۔ ممکن ہے اور بھی

بعض ایسے علاقوں میں

تقسیم کیا گیا ہو۔ جن کے نام ہم کو معلوم نہیں۔ انگلستان کے متعلق تو خود احرار کے اخبار میں لکھا تھا۔ کہ جب مسٹر گابا وہاں گئے تھے۔ تو انہوں نے اس کی

ایک کاپی وزیر ہند کو

دی تھی۔ اب فرض کرو۔ ہم کسی کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ اور وہ آگے سے پوچھتا ہے۔ کہ کیا تم مسلمان ہو۔ اور اقرار کرنے کی صورت میں دریافت کرتا ہے۔ کہ کیا شراب اسلام میں حلال ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ نہیں حرام ہے تو وہ کہتا ہے۔ کہ تمہارے نبی اور مامور بھی تو شراب پیتے تھے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ درست نہیں۔ تو وہ آگے سے کہہ دیتا ہے کہ کیوں نہیں۔ مسٹر کھوسلہ نے ایسا لکھا ہے۔ عدالت کا فیصلہ ہے۔ یہ کوئی احراریوں کا الزام تو نہیں۔ اور بھی ایسے بیسیوں سوال پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب ان سوالوں کے جواب میں ہمارے لئے دو ہی رستے کھلے ہیں۔ یا تو کہہ دیں۔ کہ ہمارا سلسلہ واقعہ میں جھوٹا ہے۔ اور ہم آپ کے ہاتھ پر توبہ ہی کرنے آئے ہیں۔ اور یا یہ کہ یہ الزام جھوٹ ہے۔ اور اس کا یہ ثبوت ہے اب حکومت ہمیں بتادے۔ کہ ان دونو باتوں میں سے وہ کونسا جواب ہم سے چاہتی ہے۔ اور یا پھر کوئی تیسرا جواب بتادے۔ جھگڑا تو وہاں ہوتا ہے جہاں

کوئی ضد کرے۔ مگر میں تو حکومت سے ہی سوال کرتا ہوں۔ حکومت خود ہی ہمیں اس مصیبت سے بچنے کا ذریعہ بتادے۔ آخر یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے۔ کہ چونکہ یہ امور عدالت کے فیصلہ میں آگئے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ جھوٹا ہے۔ آخر ہم یہی کر سکتے ہیں کہ

کتب و رسائل کے ذریعہ سے ان امور کی تردید

کریں۔ جو اس فیصلہ میں ہماری طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر یہ طریق حکومت کے نزدیک معیوب ہے۔ تو پھر وہ خود ہی کوئی علاج ہمیں بتائے۔ اگر وہ صبر کی تلقین کرتی ہے۔ تو کس رنگ میں صبر چاہتی ہے کیا ہم یہ کہیں۔ کہ واقعات تو صحیح ہیں۔ اور احمدیت جھوٹی ہے مگر باوجود اس کے ہم احمدیت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یا ہم اس رنگ میں صبر کریں۔ کہ جب کوئی اس فیصلہ کا حوالہ دے ہم اسے کہہ دیں کہ ہم تو بہرے ہیں۔ اگر اس کے سوا کوئی صبر کا کوئی طریق ہے تو وہ ہمیں بتا دیا جائے۔ جلدی نہیں۔ اپنے مشیروں اور وکیلوں۔ ججوں سے پوچھ کر بتادے۔ کہ یہ طریق تمہارے لئے کھلا ہے۔ حکومت ہمارے اس سوال پر

دیانتداری سے غور

کرے۔ کہ اگر کسی مذہب کی یہ پوزیشن ہو تو کیا وہ امید کر سکتی ہے کہ اس کی غلطی کی عزت رکھی جائے۔ اور صبر کیا جائے کیا وہ یہ کہہ سکتی ہے۔ کہ آپ ہمارے دوست ہیں۔ ہماری اس غلطی کو نباہنے کے لئے اپنا مذہب چھوڑ دو۔ موجودہ پوزیشن میں وہ اس بات کے سوا ہم سے کیا امید رکھ سکتی ہے۔ لیکن اس بات سے زیادہ غیر معقول بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ بے شک بعض لوگ ایسا مطالبہ بھی کر لیا کرتے ہیں لیکن ہم حکومت سے ایسی امید نہیں کر سکتے۔ مجھے ایسے مطالبہ کے متعلق ایک واقعہ معلوم ہے اس واقعہ کا راوی بھی زندہ ہے۔ اور جس کے متعلق ہے وہ بھی زندہ ہے۔ اور وہ تو اپنے اپنے محکموں کے چوٹی کے افسر ہیں۔ ایسے ہیں کہ نام نہیں لیتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک کالج کے پرنسپل نے ایک شخص کی سفارش کرائی۔

کہ اُسے پروفیسری کے عہدہ پر رکھ لیا جائے۔ جب وہ سفارش ایک بالا افسر کے پاس پہونچی تو اس نے کہا۔ کہ یہ مناسب نہیں۔ کہ آپ ایک ہی آدمی کا نام بھیجتے ہیں۔ دو تین نام بھیجیں تا میرا اختیار بھی تو ثابت ہو۔ کہ میں جس کو ان میں سے چاہوں رکھ سکتا ہوں۔ گو میں کردونگا وہی جو آپ کہیں گے۔ اس پر پرنسپل نے بالا افسر کا اختیار ثابت کرنے کے لئے ایک اور شخص کا نام بھی لکھدیا۔ مگر ساتھ لکھ دیا۔ کہ یہ اس علم سے واقف نہیں۔ آپ نے چونکہ لکھا ہے۔ کہ دوسرا نام چاہئے۔ اور میرے پاس کوئی اور آدمی ہے نہیں۔ اس لئے یہ نام بھیجتا ہوں۔ اب یہ دوسرا آدمی چونکہ اس بالا افسر کا ہم مذہب تھا۔ اس نے حکم دیا۔ کہ اسے رکھ لیا جائے۔ اس پر پرنسپل نے اس سے بھی ایک بالا افسر کے پاس شکایت کی۔ کہ آپ نگران اعلیٰ ہیں۔ یہ کس قدر عجیب بات ہے۔ میں نے جس شخص کی سفارش کی تھی۔ وہ

انگلینڈ کا تعلیم یافتہ

اور بطور نائب پروفیسر پہلے سے کام کرتا تھا میرا اس سے وعدہ بھی تھا۔ کہ جگہ نکلنے پر تم کو رکھا جائیگا۔ مگر اس کی بجائے ایسے شخص کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ جو اس علم سے بھی ناواقف ہے۔ اس پر اس بالا افسر نے جیسا کہ سرکاری افسروں کا قاعدہ ہے۔ پرنسپل سے تو یہی کہا۔ کہ یہ معاملہ میرے پاس لانیوالا نہیں اسی افسر سے کہیں۔ اور ادھر اس افسر سے کہا۔ کہ یہ کیا بیوقوفی تم نے کی ہے۔ خیر میں نے تمہاری عزت رکھ لی ہے۔ اور تمہارے ہی پاس معاملہ کو بھیجا ہے۔ خود ہی سلجھا لو۔ اب پرنسپل تقرر کرنے والے افسر کے پاس پہنچا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ اور آپ نے یہ کیا کر دیا۔ اس پر اس نے پگڑی اتار کر اس کے پاؤں پر رکھدی۔ کہ میں

پرانے فیشن کا آدمی

ہوں۔ مجھے ان باتوں کا کیا پتہ ہے۔ اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس پر پرنسپل بے بس ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ اچھا جس طرح ہو گا ہم کام چلا لونگا۔ یہ بات ایک نہایت ہی ذمہ دار افسر نے جو ہزاروں روپیہ تنخواہ لے رہا ہے مجھ سے بیان کی تھی۔ مگر وہاں تو اس نے پگڑی رکھکر اپنی عزت بچا لی مگر یہاں تو عزت بچانے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ پھر ہم نے خود یہ حالات پیدا نہیں کئے۔ اگر ہمارا اختیار ہوتا۔ تو کبھی ایسی حالت پیدا نہ ہونے دیتے۔ جس سے حکومت کو مشکلات کا سامنا ہو۔ مگر خود اس نے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ اس لئے اب نباہنا بھی اسی کا کام ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ حکومت عیسائی ہے۔ اس لئے اس کے گھر کی مثال ہی دیتا ہوں۔ ہمارے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہی مقام ہے۔ جو موسوی سلسلہ میں حضرت عیسےٰؑ کا ہے۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا درجہ

حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے بھی بڑا ہے۔ وُہ اگر اسے صحیح نہیں سمجھتے۔ تو نہ سمجھیں ہمارا عقیدہ ان پر اور ان کا ہم پر ہرگز حجت نہیں لیکن اس بات کو تو یورپین مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ احمدیوں کے نزدیک مرزا صاحب کا درجہ وہی ہے۔ جو عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسےٰؑ کا ہے۔ اور جس طرح آج ہم پر مقدمے کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر بھی ہوتے تھے۔ انجیل کو اٹھا کر دیکھ لو۔ ان پر بھی حکومت سے بغاوت کا الزام لگایا جاتا تھا۔ ایک مقدمہ ان پر دائر ہوا۔ اور حکومت نے ان کے لئے

پھانسی کی سزا

تجویز کی۔ اور انہیں پھانسی پر لٹکا بھی دیا گیا۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق وُہ فوت ہو گئے لیکن ہمارے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالےٰ نے انہیں بچا لیا۔ اس مقدمہ کو آج انیس سو سال گزر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں اس فیصلہ کے رد میں سینکڑوں کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ اگر حکومت کے افسر مذہبی آدمی نہیں۔ تو وُہ

برٹش میوزیم

سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ کہ اس موضوع پر کتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور آج تک لکھی جا رہی ہیں۔ ابھی ایک کتاب مجھے ملی ہے جو ایک شخص Rev. A. J. Walker نے لکھی ہے۔ اور اس کا نام ہے Why Jesus was Crucified اس نے واقعات اور گواہیوں پر بحث کر کے کوشش کی ہے۔ کہ

حضرت عیسےٰؑ کی برأت

ثابت کرے۔ انگریز لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ مشرقی مذہب کے دیوانے ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ مغرب کے مہذب لوگ جو نفس کو قابو میں رکھنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ وہ تو انیس سو سال گزرنے کے بعد بھی اس مقدمہ کا رد لکھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور ہم

مشرق کے مذہبی دیوانوں کو

تازہ حملہ کا رد لکھنے سے بھی روکا جاتا ہے۔ اور پھر ہم پر تو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہمیں تبلیغ اور سلسلہ کی عزت کے بچاؤ کے لئے جواب کی ضرورت ہے۔ عیسائیوں کو تو اس کی ضرورت بھی کوئی نہیں۔ ان کی چونکہ حکومت ہے اور حکومت کو ہر کوئی سلام کرتا ہے۔ اس لئے حضرت عیسےٰ کی بھی لوگ عام طور پر عزت کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ گاندھی جی جنہوں نے یونہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر دو چار لکڑ رسید کر دیئے تھے۔ اور کہہ دیا تھا۔ کہ اسلام تلوار کے استعمال کی تعلیم دے کر غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ حضرت عیسےٰ کے متعلق انہوں نے بھی لکھدیا۔ کہ ان کی تعلیم محبت سے بھری ہوئی ہے۔ تو

جس کا کھائیے اسی کا گائیے

کے مصداق حضرت عیسےٰ پر تو اعتراض بھی کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے ان کی تعلیم کی حفاظت کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ دل میں خواہ کچھ ہو۔ ظاہرا طور پر ان کی عزت ہی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے ماننے والوں کی حکومت ہے۔ مگر مشکلات تو ہمارے لئے ہیں۔ آج جس طرح یہ بات فیشن میں داخل ہو گئی ہے کہ انگریز اور حضرت عیسےٰ کی تعریف کریں اسی طرح یہ بات بھی فیشن میں داخل سمجھی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی توہین کی جائے۔ پس حضرت عیسےٰ جن کی عزت پہلے ہی محفوظ ہے۔ اگر ان کے متعلق فیصلہ کا رد لکھنے کی انیس سو چھتیس سال بعد بھی ضرورت ہے۔ تو بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق ۱۹۳۵ء میں صادر شدہ فیصلہ کی تردید کی ۱۹۳۶ء میں ضرورت کیوں نہیں حکومت بتائے۔ کہ عیسائیوں کے بڑے بڑے پادری اور عالم فاضل آج بھی ایسی کتابیں کیوں لکھتے ہیں۔ کیا وہ پاگل ہو گئے ہیں۔ اس کی ضرورت یہ ہے۔ کہ آج بھی کوئی نہ کوئی اعتراض کر ہی بیٹھتا ہے۔ پس یہ ایک ایسا سوال ہے۔ کہ شاید انیس سو سال بعد بھی اس کے رد کی ضرورت باقی رہے۔ پس

اس سوال کی اہمیت

کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن باوجود اس کے حکومت کو مشکلات سے بچانے کے لئے گو میں نیشنل لیگ کے کام میں عام طور پر دخل نہیں دیا کرتا۔ میں اس امر کے لئے تیار ہوں۔ کہ اگر حکومت مجھے کوئی ایسا طریق بتا دے۔ جس پر چل کر ہم اس فیصلہ کے ضرر کو دور کر سکیں۔ تو میں

تردید و تنقید کے سلسلہ کو حکماً روک دوں

میرا خیال ہے۔ کہ اگر حکومت ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ اور جھوٹا وقار اس کے دامنگیر نہ ہو۔ تو وہ اس سوال کو حل کر سکتی ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے دو طریق ہیں۔ اول تو یہ کہ

اس فیصلہ کو ضبط کر لے

اس میں عدالت کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اس کی اشاعت سے چونکہ فساد ہوتا ہے۔ اس لئے ضبط کر لیا گیا اور حکومت کو جب خود کوئی ضرورت پیش آئے تو وہ ایسا کر لیتی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا۔ اسمبلی میں ایک ممبر نے تقریر کی۔ جو اسمبلی کے رسالہ میں شائع بھی ہوئی۔ وہاں سے اسے ایک اخبار نے نقل کر دیا۔ تو اس سے ضمانت لے لی گئی۔ اور جب اس نے یہ ڈیفینس پیش کیا۔ کہ حکومت نے خود اسے شائع کیا تھا۔ تو اسے جواب دیا گیا۔ کہ حکومت کے رسالہ میں بے شک وہ شائع ہوئی۔ لیکن تم کو ایسا کرنے کا اختیار نہ تھا۔ پس جب اپنے دل پر چوٹ لگنے پر حکومت نے یہ طریق اختیار کیا۔ تو وہ دوسروں کے لئے بھی یہی تدبیر اختیار کر سکتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر حکومت دوسروں کی چوٹوں کو بھی اپنی ہی سمجھے۔ تو سب جھگڑے مٹ جائیں۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ اپنی چوٹ پر تو وہ حد سے زیادہ بھنا اٹھتی ہے۔ مگر دوسرے پر ایسا موقعہ آنے پر کہتی ہے۔ کہ جانے دو۔ اگر وہ اپنے دل میں ایسی تبدیلی کرے۔ کہ

ہر چوٹ کو اپنے دل پر محسوس کرے

تو ملک میں بالکل امن و امان ہو جائے۔ پس حکومت اس کا فیصلہ دو طرح کر سکتی ہے ایک تو اس فیصلہ کو ضبط کر لے۔ اور دوسرے جماعت احمدیہ کو اجازت دے۔ کہ اس کا جواب کتاب کی صورت میں لکھ دیا جائے جس میں واقعات کی صحیح صورت پر بحث کر کے جواب دیا جائے۔ اور اس میں

عدالت کی شخصیت پر بحث نہ ہو

پھر جس جگہ بھی اعتراض ہوگا۔ وہاں کے احمدی اس کتاب میں سے دیکھ کر جواب دے دینگے۔ اس کے بعد میں نیشنل لیگ کو حکم دے دونگا۔ کہ وہ آئندہ اس بارہ میں کچھ نہ کرے۔ یہ دو تجویزیں میں نے بہت غور کے بعد سوچی ہیں۔ اور ان پر راضی ہو جانے میں بھی میں نے بہت قربانی کی ہے۔ اور حکومت اگر میری طرح قربانی نہیں بلکہ صرف انصاف کرنے کے لئے تیار ہو۔ تو یہ قضیہ نامرضیہ جو حکومت اور ہمارے دونوں کے لئے مشکلات کا موجب ہو سکتا ہے۔ مٹ جائیگا لیکن اگر حکومت ان دونوں تجویزوں کو نہ مانے۔ تو پھر

وہ اپنی طرف سے کوئی تجویز بتا دے

میں اس پر غور کروں گا۔ لیکن اس کا فرض ہے۔ کہ وہ یا تو میری تجویز مان لے اور یا پھر اپنی طرف سے کوئی ایسی تجویز بتائے۔ جس سے اس فیصلہ کا ضرر دور ہو سکے۔ اور اگر اس کی تجویز معقول ہوئی۔ تو میں اس کو ضرور مان لوں گا۔ لیکن اگر کوئی بھی صورت نہ ہو۔ اور حکومت نہ تو خود کوئی تجویز بتائے۔ اور میری پیشکردہ تجویز کے متعلق بھی کہے۔ کہ تم تو رعایا کے ایک فرد ہو۔ تم ایسی تجویزیں پیش کرنے والے کون ہو۔ تو پھر اس کا کوئی علاج میرے پاس نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے پاس ہی ہے۔ میرا صرف یہ کام تھا۔ کہ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے

امن کی بہتر صورت

پیش کر دوں۔ اور ساتھ یہ بھی کہدوں کہ اگر حکومت کوئی اور تجویز بتا دے۔ تو میں اپنی بات چھوڑ دونگا۔ لیکن اگر حکومت دونوں میں سے کوئی بات بھی نہ کرے۔ تو پھر میں یہی کہوں گا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت ہی ایسی ہے۔ اور ملک کا امن برباد ہونے والا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے فساد مقدر ہو۔ تو ادھر رعایا میں سے بعض لوگوں کے

دماغ میں نقص

پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ادھر حکومت اپنے رویہ کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ اس لئے صرف

یہی تدبیر باقی رہ جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور جھکیں

اور کہیں۔ کہ ہم تو امن چاہتے ہیں۔ مگر جن رستوں کو کھولنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ انہیں تو خود ہی کھول دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما۔ کہ ہم سلسلہ کی روایات کو بھی قائم رکھ سکیں۔ قانون کا احترام بھی نہ چھوڑیں۔ اور اس خدا کے پیارے کی عزت بھی قائم کر سکیں۔ جس کی عزت قائم کرنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک اپنی اور اپنے تمام خاندان کی عزت قربان کر دینا سب سے بڑی عزت سمجھتا ہے۔

قابل توجہ سکرٹری صاحبان مال و وصایا

چندہ وصایا کے متعلق شکایات کے سدباب کیلئے ضروری ہے کہ سکرٹری صاحبان مال موصی کا نام معہ نمبر وصیت درج کیا کریں۔ تا کہ کئی دوستوں کے ہمنام ہونے کی صورت میں قوم کا روبدل نہ ہو۔ عدم ادائیگی حصہ آمد کی صورت میں وجوہات ضرور درج ہوں۔ ہر ماہ موصیان حصہ آمد کی رقم ہر موصی سے وصول کر کے باقاعدہ معہ تفصیل دفتر محاسب میں بھیجدیا کریں۔ اور دفتر مقبرہ بہشتی

محکمہ آب و ہوا میں ملازمت کے خواہشمند اصحاب کیلئے نادر موقعہ

ضرورت مند احباب کی اطلاع اور توجہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان کے محکمہ آب و ہوا کی طرف سے مندرجہ ذیل اسامیوں کے لئے درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔ امیدواران کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ وہ کم سے کم قابلیت حسب تشریح ذیل رکھتے ہوں۔

(۱) سینیر ابزرورز اور کلارکس گریڈ ۔ ۷۰ - ۴ - ۱۱۰ - ۵ - ۱۶۰ - تعلیمی قابلیت سائنس یا آرٹس گریجوایٹس۔

(۲) جونیر ابزرورز اور کلارکس گریڈ ۔ ۴۰ - ۳ - ۷۰ - ۴ - ۱۰۰ - تعلیمی قابلیت انٹرمیڈیٹ ان سائنس یا آرٹس

(۳) جونیر ابزرورز گریڈ ۴۰ - ۲ - ۶۰ اور ۴ - ۲ - ۸۰ تعلیمی قابلیت میٹریکولیٹس نیز ضروری ہوگا۔ کہ امیدوار کی عمر ۲۵ سال سے کم ہو۔ درخواستوں میں عمر۔ قابلیت سابق تجربہ (اگر کوئی ہو) اور قومیت اور صوبہ کی تشریح کر دینا ضروری ہوگا۔ درخواستیں ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو یا اس سے قبل میٹریالوجسٹ انچارج (Meteorologist in charge) اپر ایر ابزرویٹری آگرہ کے پاس پہنچ جانی چاہئیں۔ چاہئیے کہ امیدواران اپنی درخواستوں میں اس امر کی بھی تشریح کر دیں۔ کہ آیا وہ حسب ضرورت انٹرویو کے لئے اپنے خرچ پر آگرہ پہنچ سکیں گے۔ یا نہیں اور یہ کہ آیا وہ سروس کے سلسلہ میں برہما۔ خلیج فارس۔ اور دوسری ایسی جگہوں پر جہاں جہاں محکمہ آب و ہوا ہندوستان کے دفاتر ہیں۔ جانے کے لئے طیار ہونگے۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

ایک قطعہ باموقعہ فروخت ہوتا ہے

قطعہ نمبر ۳۲ میں دو دکانوں کی پچھلی طرف ایک ٹکڑہ زمین قریباً ۱۳ مرلہ جو اڈہ خانہ والی سڑک کے مغرب کی طرف قادیان میں واقع ہے۔ اور جو صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے قابل فروخت ہے۔ لہذا اعلان عام کیا جاتا ہے۔ کہ یہ قطعہ ۲۹ ؍ ۴ ؍ ۳۶ کو موقعہ پر منشی محمد الدین صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ قادیان نیلام کریں گے۔ جو دوست اس قطعہ کی خرید کے خواہشمند ہوں۔ وہ مقررہ وقت پر پہنچ کر بولی دیں۔

(رجسٹرڈ)

اسلامی بھائیوں کی دوکان

واقع کشمیری بازار لاہور میں ہر قسم کے اعلٰے سے اعلٰے درجہ کے عطریات و روغنیات دستیاب ہو سکتے ہیں۔

چنن آملہ ہیر آئل یہ تیل یونانی ادویات اور طب جدید کے اصولوں سے تیار کیا گیا ہے۔ بالوں کو سیاہ جلد کو نرم خشکی کو دور کرنے کے علاوہ گرتے بالوں کو بچاتا ہے۔ قیمت فی سیر چار روپیہ آدھا بوتل عہ پونا بوتل ۱۲ نمونہ کی شیشی ۴

گلزار سینٹ فلاور سولہ خوشبوؤں کا مجموعہ جو منٹ منٹ کے بعد اپنی خوشبو بدلتا ہے کئی روز تک خوشبو قائم رہتی ہے۔ قیمت فی تولہ ۱ شیشی کلاں ۱۲ شیشی خورد ۴۔ آرڈر آنے پر فوراً تعمیل کی جاتی ہے۔ طلب کرنے پر فہرست کارخانہ مفت ارسال کی جاتی ہے۔ اپنے شہر کے جنرل مرچنٹس سے طلب کریں۔

کارخانہ اسلامی بھائیوں کی دوکان رجسٹرڈ کشمیری بازار لاہور

نیلام ۲۹ ؍ ۴ ؍ ۳۶ کو ۸ بجے صبح سے شروع ہو کر ۱۰ بجے صبح تک اور پھر ۵ بجے شام سے ۶ بجے شام تک رہے گا۔ زر نیلام بولی ختم ہونے پر ۱/۴ حصہ فوراً وصول کیا جاوے گا۔ اور بقیہ رقم ایک ہفتہ کے اندر اندر داخل کرنی ضروری ہوگی۔ مگر آخری منظوری صدر انجمن کی منظوری حاصل کرنے پر دی جاوے گی۔

ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان۔

جڑی بوٹیوں پر عہد حاضرہ کی بہترین تصنیف

جامع العقاقیر

جلد اول۔ جلد دوم۔ جلد سوم

مصنفہ زبدۃ الاطباء حکیم عبد المجید صاحب عتیقی ایچ۔ پی

اس کتاب میں مشہور اور کار آمد نباتات کے متعلق قدیم و جدید طبی و کیمیائی تحقیقات پیش کی گئی ہے۔ ہر ایک بوٹی کی نسبت ویدک۔ یونانی۔ اور ڈاکٹری مفید تجربات لکھے گئے ہیں۔ اپنی مستند اور جامع معلومات کی وجہ سے بڑی مقبول ہوئی ہے۔ بوٹیوں کی عکسی تصاویر نے کتاب کے ظاہری محاسن میں قابل قدر اضافہ کر دیا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے طبیبوں اور ڈاکٹروں نے اس کتاب کے مطالعہ کی سفارش کی ہے۔ جماعت کے بلند پایہ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے بھی اس کتاب کو بے حد پسند فرمایا ہے۔ ضخامت ہر سہ حصہ معہ ضمیمہ جات ایک ہزار صفحات قیمت بلا جلد چھ روپیے نو آنہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ **جنرل مینیجر طبی مرکز اشاعت ۵۲ فلیمنگ روڈ لاہور**

مژدۂ جانفزا ہم نے ہندوستان کے تجارتی اور اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بڑے پیمانہ پر ہر قسم کے خوشبودار اور دماغی کمزوریوں کو دور کرنیکے لئے تیل اور عطریات کا ایک کارخانہ کھولا ہے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ آج سے پیشتر ایسے خالص تیل بنانے والا کارخانہ ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ کے کسی حصہ میں نہیں ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے۔ کہ اپنے ملک کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہمارے کارخانہ کا اصل تیل "تجان جہاں ہیر آئل رجسٹرڈ" استعمال کرے۔ قیمت فی شیشی ۱۰ ؍

ملنے کا پتہ:۔ **ماسٹر اللہ رکھا کشمیری بازار۔ لاہور۔**

آب بقا نوری

یہ دوا تمام قسم کی دردوں۔ مثلاً درد معدہ و درد جگر۔ درد سر۔ درد دندان اور ہیضہ طاعون ملیریا اور بھڑ بچھو سانپ وغیرہ کے کاٹے کو فوراً تسکین بخشتی ہے۔ ہزار ہا لوگ اس کو روزانہ استعمال کرتے اور اس کے عجیب اثرات کے مصدق و معترف ہیں۔ تجربتہً ایک شیشی آپ بھی منگائیے۔ قیمت فی شیشی ۸ ؍ علاوہ محصول۔

سرمہ نگاری۔ دھند غبار۔ پانی بہنا بیاض چشم ککرے اور ضعف بصارت میں اکسیر ہے۔ اس کا روزانہ استعمال عینک کی عادت چھڑا دیتا ہے۔ قیمت فی تولہ ۲ ؍

پتہ:۔ مینیجر مسیحائی دواخانہ چوک بازار بھوپال

تپ دق

دق کی بیماری پھیپھڑے کی ہو یا آنتوں کی ابتدائی درجہ میں ہو یا آخری سٹیج میں کسی حال میں بھی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ **کندن** کے طریقہ علاج سے صحت اور نئی زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔ مفصل حالات کے لئے ذیل کے پتہ سے اس کا لٹریچر مفت منگوا کر مطالعہ کریں۔

کندن کیمیکل ورکس نئی دہلی

الفضل میں اشتہار شائع کرانیوالوں کیلئے ضروری اعلان

الفضل میں جو اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق اگرچہ ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ کہ ان میں کسی قسم کا دھوکہ فریب نہ ہو۔ لیکن چونکہ اس بارے میں مکمل اور پوری تحقیقات ممکن نہیں۔ اس لئے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایک دو اشتہار ایسے شائع ہو گئے جو اپنے دعاوی میں درست ثابت نہ ہوئے۔ اور ان کے متعلق ہمارے پاس متعدد شکایات پہنچی ہیں۔ چونکہ ہم اشتہاری کاروبار کو دیانت داری کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتے ہیں اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ آئندہ کوئی ایسا اشتہار شائع نہیں کیا جائے گا۔ جس میں کسی دھوکہ کا احتمال ہو۔ اور اگر غلطی سے کوئی ایسا اشتہار شائع ہو گیا۔ اور اس کے متعلق ہمیں شکایت پہنچی۔ تو اس کے درست ثابت ہونے پر ہم مجبور ہوں گے۔ کہ اصل حقیقت اخبار میں شائع کر دیں۔

پس مشتہر صاحبان کو چاہئیے۔ کہ دیانتداری کو اپنے کاروبار کی اصل بنیاد قرار دے کر خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ اگر الفضل میں شائع ہونے والے کسی اشتہار کی اشیاء کے متعلق کوئی تعریفی اطلاع پہنچے گی۔ تو وہ بھی مفت شائع کر دی جائیگی۔ (مینیجر الفضل)

انسپکٹر وصایا کا تقرر

مفصلہ ذیل جماعت ہائے احمدیہ کے لئے مرزا مبارک بیگ صاحب انسپکٹر وصایا مقرر کئے گئے ہیں۔ دوست

منشی فاضل ۱۹۳۷ء کی مندرجہ ذیل کتابیں پھر فی روپیہ کمیشن ملیگی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
چہار مقالہ	۶/	خلاصہ شعر العجم ۴	۴/	اسرار فلسفہ خلاصہ مور فلسفہ	۸/
ابوالفضل اول و سوم	۱۰/	خلاصہ شعر العجم ۵	۳/	پرندوں کی سیر یعنی	
سیاحت نامہ ابراہیم بیگ دوم	۱۲/	ترجمہ وکلائے مراقنہ	۳/	شرح منطق الطیر	۱۴
وکلائے مراقنہ	۳/	فرہنگ سیاحت نامہ دوم	۸/	ترجمہ غزلیات نظیری	عہ
انتخاب قصائد قاآنی	۸/	ترجمہ سیر المتاخرین	۱۴	(تا ردیف را ی)	
غزلیات نظیری	۱۰/	خلاصہ سیر المتاخرین	۸/	پرچہ جات منشی فاضل	۴/
(تا ردیف را ی)		ترجمہ رباعیات ابوسعید	۶/	۲۹ تا ۳۵	
دیوان فرخی	عمر	ترجمہ دیوان فرخی	۱۴	حل پرچہ جات ۳۲ء	۵
رباعیات باباطاہر مع ترجمہ	۴/	خلاصہ تاریخ وصاف		" " ۳۳ء	۵
رباعیات ابوسعید ابوالخیر	۶/	سوالا ٔیزدا با	۲/	" " ۳۴ء	۵/
سیر المتاخرین از		خلاصہ تاریخ وصاف	۸/	ترجمہ سیاحت نامہ	عہ
بابر تا جہانگیر	عمر	چارٹ اخلاق جلالی	۴/	شعر العجم چہارم	عہ
منطق الطیر	۸/	معنی مطلوبہ خلاصہ		مکمل فہرست کتب منشی عالم	
حل دبیر عجم	۱۰/	کنز المجوبہ	۸/	منشی فاضل۔ ادیب۔ ادیب عالم	
ترجمہ سمط الدرر حصہ نثر	۱۴	ضمیمہ اتالیق عجم	۳/	ادیب فاضل ذیل کے پتہ سے طلب کریں	

ملنے کا پتہ

ملک نذیر احمد تاجر کتب مالک تاج بک ڈپو کشمیری بازار لاہور

ان کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ موضع الکھووال۔ شاہپور۔ کاٹور۔ موڈالہ بانگہ۔ ننکار۔ دھیڑ۔ ہیلول پور۔ ڈیرہ نانک۔ بھچیواں۔ رحیم آباد۔ سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان

ضرورت ملازمت

خاکسار نے ۱۹۳۶ء میں نہایت اعلیٰ نمبروں پر جے وی پاس کیا۔ اس وقت بیکاری کی وجہ سے سخت مشکلات میں ہوں۔ اگر کوئی دوست ملازمت کی صورت نکال کر میری امداد فرمائیں۔ تو عین نوازش ہوگی۔ خاکسار عطا محمد جے۔ وی ٹیچر ساکن خضر آباد تحصیل کھرڑ ضلع انبالہ

وصیت نمبر ۵۴۴۴

منکہ ڈاکٹر عبد الحمید ولد میاں نظام دین قوم چغتہ پیشہ ملازمت عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اس وقت ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت -/۲۰۰ روپیہ ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔

میری اس وقت جائداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔

ایک حصہ مکان مشترکہ واقعہ احاطہ میاں چراغ دین صاحب مرحوم بیرون دہلی دروازہ لاہور جس کی موجودہ قیمت اندازاً -/۶۰۰۰ روپیہ ہے۔ جس میں میرا حصہ ⅙ ہے۔

العبد:۔ خاکسار عبد الحمید ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اسسٹنٹ سرجن ریلوے لائلپور

گواہ شد:۔ عبد الغنی بقلم خود الیکٹرک انچارج ریلوے لاہور

گواہ شد:۔ ماسٹر نذیر حسین بقلم خود مہاجر قادیان دارالامان

ضرورت رشتہ

ایک مخلص خوبرو نوجوان قوم سید عمر ۳۳ سال تعلیم یافتہ برسر روزگار آمدنی ماہانہ ایک صد روپیہ صاحب جائداد پہلی بیوی کے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ رشتہ کنوارا تعلیم یافتہ سیرت و صورت میں ممتاز ہو۔

جملہ خط و کتابت بنام ع۔ ا معرفت مینجر اخبار الفضل قادیان

ایک روپیہ میں ایک ہزار اشتہار چھپواؤ

پنجاب بھر میں سستی اور اعلیٰ چھپوائی کا کام کرنے والی واحد فرم نرخ چھپوائی اردو اشتہارات بمعہ قیمت رنگین و کاغذ

سائز اشتہار	۱۰۰۰	دو ہزار	چار ہزار
۵ × ۷½	۱ روپیہ	۱-۲	۲-۴
۲۰ × ۵½	۲-۰	۳-۸	۵-۰
۱۱ × ۹	۳-۸	۵-۰	۸-۷
۱۸ × ۱۱		۵-۰	۷-۴

زیادہ کام کے لئے علیحدہ نرخ قیمت ہر صورت میں تمام پریسوں سے کم ہر سائز و ہر زبان کا کام کیا جاتا ہے۔ ڈیل خرچ ۶/ نصف قیمت پیشگی آنی چاہئیے۔

نمونے مفت منگواؤ

کمرشیل سنڈیکیٹ نمبر ۹۰ اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور

ایک بجا شکایت

ہمیں ایک دوست سے ایک شکایت موصول ہوئی ہے۔ جو احباب کی اطلاع کی خاطر درج ذیل ہے۔

مکرمی جناب شیخ صاحب!

مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔ آپ نے مجھے چار جوڑے جرابوں کے ارسال کر دیئے۔ حالانکہ اتنے ماہ ہو گئے ہیں۔ ابھی تک ایک جوڑہ ہی پھٹنے میں نہیں آتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا۔ کہ آپ کی جرابیں دوسری جرابوں کی طرح نہیں۔ اور اس قدر پائیدار ہیں۔ تو میں کبھی بھی چار جوڑے نہ خریدتا۔ آپ کی جرابیں اتنی خوبصورت اور دل کش ہیں۔ کہ مجھے یہ گمان بھی نہ گزرا۔ کہ اتنی مضبوط ہوں گی۔

خاکسار:۔ عزیز احمد سب جج ہوشیار پور ۳۶-۴-۸

دی سٹار ہوزری ورکس لمیٹڈ قادیان

اگر آپ کو اپنی رفیق بیوی سے محبت ہے

تو آپ کا فرض ہے۔ کہ اس کے حسن اور صحت کی حفاظت کریں۔ ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ عورت کے حسن اور صحت کو برباد کر دینے والی وہ خوفناک بیماری ہے۔ جس کو سیلان الرحم کہا جاتا ہے۔ اسکی علامات یہ ہیں۔ کہ ایک سفید زردی مائل یا کسی اور رنگ کی رطوبت بہتی رہتی ہے جس سے عورت کی صحت اور حسن اور جوانی کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ سر میں چکر آنا۔ درد کمر۔ بدن کا ٹوٹنا۔ رنگ زرد اور چہرہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ حیض بے قاعدہ کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے۔ حمل قرار نہیں پاتا۔ اور اگر قرار پایا تو قبل از وقت گر جاتا ہے۔ یا کمزور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ موذی مرض اندر ہی اندر جسم کو اس طرح کھوکھلا کر دیتا ہے جس طرح لکڑی کو گھن کھا جاتا ہے۔ اس خطرناک بیماری کے دفعیہ کے لئے دنیا بھر میں بہترین دوائی (اکسیر سیلان الرحم) ہے۔ اس کے استعمال سے پانی کا آنا بالکل بند ہو کر کامل صحت ہو جاتی ہے اور چہرہ پر شباب کی رونق آ جاتی ہے۔ اپنی کیفیت مرض لکھیے۔ قیمت ڈھائی روپیہ (۲۸/) نوٹ:۔ کیا ایک عالم سے بھی جھوٹے اشتہار کی امید ہے۔ فہرست دواخانہ مفت منگیئے۔

ملنے کا پتہ:۔ مولوی حکیم ثابت علی محمود نگر ۵ لکھنؤ

محافظ اٹھرا گولیاں

اولاد کا کسی کو نہ دنیا میں داغ ہو | اس غم سے ہر بشر کو الٰہی فراغ ہو
پھولا پھلا کسی کا نہ برباد باغ ہو | دشمن کا بھی جہاں میں نہ گھر بے چراغ ہو

جن کے بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتے ہوں۔ یا مردہ پیدا ہوں۔ یا حمل گر جاتا ہو۔ اس کو اٹھرا کہتے ہیں۔ اس بیماری کا مجرب نسخہ مولانا حکیم نورالدین صاحب شاہی طبیب کا ہم بناتے ہیں۔ جو نہایت کارآمد اور بے بدل چیز ہے۔ ایک دفعہ منگا کر قدرت خدا کا زندہ کرشمہ دیکھیں۔

قیمت فی تولہ سوا روپیہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکشت منگوانے والے سے ایک روپیہ فی تولہ لیا جائے گا۔

عبدالرحمٰن کاغانی اینڈ سنز دواخانہ رحمانی قادیان (پنجاب)

وصیت

نمبر ۱۹۲۸ء۔ منکہ حکیم عبدالرحمٰن ولد حکیم عبداللہ قوم قریشی ساکن ماچھی واڑہ ڈاکخانہ خاص تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج مورخہ ۱۰/۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری منقولہ جائیداد کوئی نہیں ہے۔ غیر منقولہ جائیداد دوکان عطاری ہے۔ جو مع مال و اسباب قیمتی تخمیناً یکصد ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اپنی آمدن کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ارسال کرتا رہونگا۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ۱/۱۰ حصہ پر قبضہ کرنے کا اختیار ہوگا فقط مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۳۱ء

العبد:۔ حکیم عبدالرحمٰن قریشی ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ۔ گواہ شد:۔ چودھری عطاء الٰہی سیکرٹری انجمن احمدیہ غوث گڑھ ضلع لدھیانہ۔ گواہ شد:۔ چودھری نور محمد سفید پوش غوث گڑھ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عبداللہ قریشی ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

پیرس ۲۰ر اپریل۔ وزیر خارجہ ترکیہ کا ایک بیان فرانسیسی اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ یورپ نے ایشیائی حکومتوں کو مطمئن نہیں کیا ہے۔ مزید لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں۔ کہ مجلس اقوام کا قیام دنیا میں امن و صلح قائم کرنے کے لئے عمل میں آیا تھا مگر مجلس اقوام ایک ناکارہ جماعت ثابت ہوئی ہے اور اس سے قیام امن کی امید بے سود ہے

روما ۲۰ر اپریل۔ جنوبی محاذ پر اطالوی اور حبشی دستوں میں خونریز جنگ ہوئی بیان کیا جاتا ہے کہ ہزار ہا حبشی جن میں بڑے بڑے جرنیل اور فوجی افسر تھے۔ میدان کارزار میں ہلاک ہوئے۔ اطالیہ کے دس سر ہلاک۔ تین ہوا باز مجروح اور دو جہاز ناکارہ ہو گئے

جنیوا ۲۰ر اپریل۔ اطالوی نمائندہ بیرن الوئسی نے تیرہ نمائندوں کی کمیٹی کی اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہ زہریلی گیس کے استعمال کے سلسلہ میں تحقیقات کی جائے ایک تقریر میں کہا۔ کہ کمیٹی کو اس قسم کی سفارش کا کوئی اختیار نہیں۔ اطالیہ کو پورا حق ہے کہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے۔

عدیس آبابا ۲۰ر اپریل۔ عدیس آبابا تقریباً خالی ہو چکا ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر مختلف مقامات کی طرف روانہ ہو رہے ہیں شہر میں برطانوی اور ہالینڈ کی ایمبولینس پہنچ گئی ہیں ہالینڈ کی ایمبولینس کے تین آدمی جو عدیس آبابا کی طرف آ رہے تھے۔ ان پر قورم کے نزدیک اطالویوں نے حملہ کر دیا۔ جنہیں برطانویوں نے بڑی مشکل سے بچایا۔

لنڈن ۲۱ر اپریل۔ حکومت برطانیہ کے وزیر جنگ مسٹر ڈف کوپر نے ایک تقریر کے دوران میں کہا۔ کہ یورپ کی موجودہ صورت حالات ۱۹۱۴ء کے حالات سے بھی زیادہ خطرناک ہو رہی ہے

بہرام پور ۲۱ر اپریل۔ بہرام پور کے قریب بہیرونی گاؤں میں تین دن تک آگ لگی رہی جس کے نتیجہ میں گاؤں کا شدید نقصان جان و مال ہوا۔ ۲۵۰ مکانات جل کر راکھ ہو گئے تمام دیہاتی بالکل بے خانماں ہو گئے ہیں۔

برلن ۲۱ر اپریل۔ شدید طوفان باد کے نتیجہ میں ۲۸ جرمن طلبا جن میں سے پانچ ہلاک ہو گئے۔ شدید مجروح ہوئے۔ باقیوں کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

لاہور ۲۱ر اپریل۔ معلوم ہوا ہے بیگم ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے آئندہ انتخابات میں لاہور کے حلقہ خواتین کی طرف سے امیدوار کھڑی ہوں گی۔

ٹوکیو ۲۱ر اپریل۔ سنکیانگ کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ منگولیا کی اشتراکی فوجیں جدید آلات حرب کے ساتھ مانچوکو کی سرحد کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ مسلح کاریں اور فضائی بیڑہ ان کے ساتھ ہے۔ فوجوں کی مجموعی تعداد ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ سرحد پر چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہو رہی ہیں۔

میڈرڈ ۲۰ر اپریل۔ ایک ہسپانوی اخبار لکھتا ہے۔ کہ ہسپانوی جمہوریت میں اشتراکیت پسند عنصر غالب آ رہا ہے۔ اور یہ لوگ حکومت کی تمام مشینری پر قابض ہو گئے ہیں۔

بیت المقدس ۲۰ر اپریل۔ جافہ کے فسادات کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن میں ۲۴ عرب مارے گئے۔ جافہ کے یہودی جافہ سے فرار ہو رہے ہیں۔ شہر اور مضافات میں زبردست فوجی پہرے متعین ہیں۔ شہر میں دکانیں بند ہیں۔

استنبول ۲۰ر اپریل۔ حکومت جمہوریہ ترکیہ نے لتھونیا کے ایک ڈاکٹر کو جو کچھ عرصہ سے ترکی میں سفر کر رہا تھا۔ اور جس کی حرکات و سکنات مشکوک تھیں۔ جاسوس کی حیثیت سے بعض سرگرمیوں کا مظاہرہ کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔ ملزم نے اقبال جرم نہیں کیا۔ بلکہ مقاطعہ جوعی شروع کر دیا ہے

لاہور ۲۱ر اپریل۔ آج مقدمہ شہید گنج کی سماعت مسٹر سیل ڈسٹرکٹ جج لاہور کی علالت طبع کے باعث ملتوی رہی۔

جنیوا ۲۱ر اپریل۔ لیگ کونسل کے کھلے اجلاس میں مسٹر ایڈن وزیر خارجہ برطانیہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ برطانیہ اطالیہ کے خلاف مزید اقتصادی اور مالی تعزیرات کے نفاذ کے لئے تیار ہے بشرطیکہ دوسرے لوگ اس سے تعاون کریں اور کہا۔ کہ اس اہم معاملہ پر تمام سلطنتوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ اگر آج حبشہ میں زہریلی گیس استعمال کی جا رہی ہے۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کل کو ہمارے خلاف بھی ایسی گیسوں کا استعمال نہ کیا جائے گا مزید کہا۔ اگر لیگ اس تنازعہ کا فیصلہ کرنے سے معذور ہو چکی ہے تو اسے اس امر کا اعلان کر دینا چاہیئے۔

جنیوا ۲۱ر اپریل۔ مجلس اقوام کی کونسل میں اطالیہ اور حبشہ کی گفتگوئے مصالحت کی ناکامی پر اظہار افسوس کی قرار داد پیش ہوتی اطالیہ کے نمائندے نے قرار داد کی مخالفت کی۔ حبشی نمائندہ نے اس بات کی وضاحت کی۔ کہ صلح کی ناکامی کا ذمہ دار اطالیہ ہے اور شکایت کی کہ قرار داد میں حبشہ کے اس مطالبہ کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی کہ اطالیہ کے خلاف مزید تعزیرات کا نفاذ کیا جائیگا

لنڈن ۲۱ر اپریل۔ پیرس کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ فوجی کانفرنس میں اس بات پر بحث و تمحیص ہوئی۔ کہ جرمنی کو بلجیم کے راستے حملہ آور ہونے سے روکنے کے لئے کونسی تدابیر کارگر ثابت ہو سکتی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے برطانیہ نے بلجیم کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اینٹورپ اور گھینٹ کے درمیان پانی چھوڑ کر دلدل پیدا کر دی جائے۔ اور اسی طرح اسے ناقابل عبور بنا دیا جائے۔

مدراس ۲۱ر اپریل۔ اخبار "سوراجیہ" کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ سر سکندر حیات خان ڈپٹی گورنر ریزرو بنک مستعفی ہو جائیں گے اور ان کی جگہ سر شنمکھم چیٹی وزیر اعظم کوچین مقرر کئے جائیں گے۔

نئی دہلی ۲۱ر اپریل۔ آج اسمبلی میں بہرام پور (بنگال) میں قحط سالی پر غور و خوض کرنے کے لئے تحریک التوا پیش کی گئی۔ جو اس وجہ سے کل پر ملتوی ہو گئی۔ کہ حکومت بہرام پور کی صورت حالات کے متعلق معلومات اخذ کر سکے۔

لنڈن ۲۱ر اپریل۔ دار العوام میں مسٹر تھرل نے مسٹر بٹلر نائب وزیر ہند سے مسٹر سوبھاش چندر بوس کی نظر بندی کے متعلق دریافت کیا۔ اور متعدد سوالات کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس قسم کی طویل نظر بندی برطانوی انصاف کے معیار سے بہت گری ہوئی بات ہے۔ کیا آپ حکومت ہند سے اس امر کا مطالبہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ وہ مسٹر بوس کو رہا کر دے لیکن مسٹر بٹلر نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔

امرتسر ۲۱ر اپریل۔ گیہوں حاضر ۲ روپیہ ۴ آنے ۶ پائی سے ۲ روپے ۱۰ر تک نخود حاضر ۲ روپیہ ۶ پائی۔ سونا دیسی ۳۵ روپے ۱۰ آنے ۶ پائی۔ چاندی دیسی ۵۲ روپیہ ۸ آنے ہے۔

نئی دہلی ۱۳ر اپریل۔ آج آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کامرس ممبر گورنمنٹ آف انڈیا نے اسمبلی میں قانون محاصل کی ترمیم کے مسودہ قانون کے متعلق مجلس منتخبہ کی رپورٹ پیش کی۔ ازاں بعد آپ نے تحریک پیش کی۔ کہ گندم پر محصول برآمد کے مسودہ قانون کی آخری خواندگی پر غور کیا جائے بحث و تمحیص کے بعد مسودہ قانون منظور ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے بندرگاہ کوچین کے متعلق مسودہ قانون پیش کیا۔ اس مسودہ قانون کی رو سے کوچین کا شمار ہندوستان کی بڑی بڑی بندرگاہوں میں ہونے لگے گا۔ یہ مسودہ قانون بھی منظور ہو گیا۔

کلکتہ ۱۲ر اپریل۔ کلکتہ میں چند مزدور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر لگا رہے تھے کہ ایک بم جو کوڑے میں دبا ہوا تھا۔ نیچے گر کر ان کے پاؤں کے قریب پھٹ گیا جس سے دو مزدور مجروح ہو گئے۔

پٹنہ ۲۱ر اپریل۔ ڈگھا سٹیم ورکشاپ کے مزدوروں کی ہڑتال کا آج بیالیسواں دن ہے۔ جن نئے مزدوروں کو بھرتی کیا گیا تھا۔ انہوں نے بھی کام بند کر دیا ہے۔ اور ہڑتالیوں سے جا ملے ہیں۔

عدیس آبابا ۲۱ر اپریل۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ جنوبی محاذ پر حبشی قبائلی لشکر نے اطالیہ کی متعدد اسلحہ سے لدی ہوئی لاریوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ لاریاں عدیس آبابا کی طرف جا رہی تھیں۔

نئی دہلی ۲۱ر اپریل۔ معلوم ہوا ہے مسٹر سرت چندر بوس کو اپنے بھائی مسٹر سوبھاش چندر بوس سے ملنے کی اجازت مل گئی ہے

نارتھ ویسٹرن ریلوے

یکم مئی ۱۹۳۶ء سے تیسرے درجہ کے مسافر ۳ اپ فرنٹیر میل میں صرف دہلی اور لاہور کے درمیان لیجائے جائینگے لیکن تیسرے درجہ کے ایسے مسافروں کو جن کا سفر جالندھر شہر اور لاہور کے درمیان مین لائن پر ۴۰ میل سے کم ہوگا اس ٹرین میں نہیں لیجائے جائینگے۔

اسی تاریخ سے وہ ڈائننگ کار بھی جو اب جالندھر شہر اور لاہور کے درمیان ۳ اپ فرنٹیر میل کے ساتھ چلتی ہیں بند کردیجائیگی۔ (چیف اوپریٹنگ سپرنٹنڈنٹ لاہور)

دوستوں کو نیک مشورہ

مفرح مروارید ی

اس دوائی کے استعمال سے گئی ہوئی بدنی طاقت کی پھر از سر نو مسند حیات پر جلوہ آرائیاں ہونے لگتی ہیں۔ نئی نئی خواہشات کا ظہور ہوتا ہے۔ نئی امنگیں اور نئے پُر لطف خیالات پیدا ہوکر حافظہ بڑھ جاتا ہے۔ خصوصاً طلباء کے لئے بہت مفید ہے۔ معدہ کی بُرائی سے پرانی بدہضمی دور ہوکر صبح بھوک پیدا ہوجاتی ہے۔ ہاضمہ تیز ہوکر ہر غذا جزو بدن بننے کے قابل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح یہ دوائی جگر کو تقویت دے کر خون کی پیدائش میں زیادتی کرتی ہے۔ جگر اور معدہ کے طاقتور ہونے سے خون صالح پیدا ہوکر گوشت اور چربی بڑھ جاتی ہے۔ جس سے بدن خوشنما۔ پیارا۔ اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح اعضاء منویہ میں طاقت آنے سے وہ مفید جوہر پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ جو بقائے نسل کے لئے نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ اس دوائی سے کئی گھر اولاد جیسی نعمت سے مالا مال ہوگئے ہیں۔ اس دوائی سے کئی متعدد مرضوں کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ جو پرچہ ترکیب استعمال میں بتائی گئی ہیں۔

یہ دوائی مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس کی ایک خوراک سے ہی طبیعت میں سکون اور راحت پیدا ہوجاتی ہے۔

قیمت ۲۰ خوراک ۸ؔ

مینیجر ایگزیکٹو کیمیکل کو شاہدرہ لاہور

”دانت نکلوانا بھی ایک عذاب ہی ہے“

(کلام مسیح موعودؑ)

مذکورہ بالا کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ جو الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۵ء میں شائع ہوچکا ہے۔ ہمارے ملک میں ایک عام مقولہ سنا جاتا ہے۔ کہ ”علاج دنداں اخراج دنداں“۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی مقولہ نامعقول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذکورہ بالا کلام فرمایا ہے میرے خیال میں ”عذاب“ دو طرح سے ہے ایک تو نکلوانے وقت کا عذاب۔ دوسرے خدا تعالیٰ کی قدرتی نعمت سے محروم ہوکر بقیہ زندگی کا بسر کرنا یہ بڑا عذاب ہے۔

الفضل ۲۰ جنوری ۳۵ء کے صفحہ ۱۱ پر میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کی سُرخی ”ھو الشافی“ ہے اس میں میں نے دانتوں اور مسوڑوں کے دو مرضوں کا ذکر کیا ہے یعنی ”پائی اوریا“ اور ”دانتوں کا کیڑا“ اور انکے علاج کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر دراصل یہ علاج دانتوں اور مسوڑوں کی تمام بیماریوں کیلئے ایک مکمل علاج ہے اس فقرہ میں کوئی مبالغہ نہیں۔ درد دانت کیڑا دانت۔ دانتوں کا ہلنا۔ دانتوں کا میلا اور بدرنگ ہونا مسوڑوں کا ڈھیلا ہوجانا زخمی ہوجانا مسوڑوں کا گوشت کم ہوتے جانا۔ پیپ پڑجانا۔ خون بہنا۔ مسوڑوں سے بدبو آنا پس ان تمام امراض کیلئے یہ علاج اکسیر ہے اس علاج سے دانت ان امراض سے محفوظ رہتے ہیں نیز سفید آبدار رہتے ہیں۔ یہ دو دوائیں ہیں۔ جو اکٹھی استعمال کی جاتی ہیں۔ ایک سفید پوڈر ہے اور ایک روغن ہے۔ پہلے پوڈر سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔ بعد میں مسوڑوں پر روغن لگایا جاتا ہے طریقہ استعمال دوا کے ساتھ ہوگا۔ پوڈر سفید پائی اوریا دو چھٹانک قیمت ایک روپیہ۔ روغن سفید پائی اوریا ایک چھٹانک قیمت ایک روپیہ۔

نوٹ:- اس علاج کے سرٹیفکیٹ ہمارے پاس بہت ہیں۔ مگر یہاں انکو درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

نوٹ:- اگر صرف خط و کتابت اور دریافت وغیرہ ہی کرنی ہو۔ تو جواب کا ٹکٹ ارسال کرنا چاہیئے۔

حکیم مولوی نظام الدین ممتاز الاطباء قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی